بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) ۴۵ خط شریک کتاب ہیں۔ قابل تذکرہ صفحہ ۲۰ سے ۲۳ خط نمبر (۱۳) میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے جن جماعتوں سے وابستہ لوگوں کے جماعت اسلامی میں ان کے داخلے پر پابندی کا ذکر فرمایا اس میں اتحاد الملیں بھی شامل ہے

(۲) صفحہ ۲۹ سے ۲۳ تک طفیل احمد صاحب کے مکتوب میں بھی مجلس اتحاد الملیں سے برخاستگی، بنیادی مسئلہ کی حیثیت کا حامل مسئلہ ہے!

(۳) مولانا ابوالاعلیٰ کا تحریر کردہ خط نمبر ۲۹ مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۴۲ء

چیسٹر خوباں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

کے مصداق ہے

اس خط میں قائد ملت کے بارے میں

ان کے ظاہر کردہ خیالات و احساسات
ان کی کوتاہ نگاہی اور حقائق سے چشم پوشی
کا نتیجہ ہے

(۴) عنایت اللہ مشرقی (جماعت اسلامی کے بانی)
کے خط ۳۴ کے جواب میں مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۴۲ء
قائد ملت نے جماعت اسلامی سے متعلق اپنے
نظریے کو بڑے واضح انداز میں پیش
فرما دیا کہ

مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ جماعت ایک
مستقل فرقہ نہ بنجائے اور اس
کے ارکان اس میں شریک نہ ہونے
والوں کو اسلام سے خارج نہ تصور
کرنے لگیں۔

جماعت اسلامی اور بانی جماعت

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے متعلق
اور قائد ملت سے ان کے روابط و
تعلقات کے سلسلے میں سوانح بہادر یار جنگ
(جلد دوم) مرتبہ نذیر احمد ناشر
بہادر یار جنگ اکیڈمی حیدرآباد) میں
ایک مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور
بہادر یار جنگ کے زیر عنوان ایک
مستقل باب لکھا گیا ہے
جس کا مطالعہ حقائق سے
آگاہی کا وسیلہ ہے

نذیر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادوں کے خطوط

اسلامی مکتبہ
حیدرآباد

یادوں کے خطوط

کتابت: سید نصر علی خوشنویس کاپی نویس سنگساز
کوچہ گلاب سنگھ 21-4-524 حیدرآباد بھارت
بار اول جنوری ۱۹۸۳ء ایچزار
شائع کردہ
اسلامی مکتبہ
12-2-911 زیبا باغ آصف نگر حیدرآباد 500028 بھارت
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

قیمت۔ پانچ روپیہ

مطبوعہ
نیشنل فائن پرنٹنگ پریس
چارمینار
حیدرآباد دکن (بھارت)

اِنتساب

میرے جواں مرگ بھائی محمد اسماعیل ادیب
کے نام جس سے مجھے کافی محبت تھی اور
جس کا انتقال ریل کے ایک حادثہ میں
۲۱ فروری ۱۹۵۸ء کو کراچی میں ہوا۔

۱۲ر اپریل ۵۸ء

برادرم محمد یونس صاحب! السلام علیکم

اخبار دعوت کے ذریعہ آپ کے برادر عزیز اور اپنے ادبی رفیق اسمٰعیل ادیب کا انتقال کی رنجیدہ اطلاع ملی۔ جواں مرگی اور وہ بھی حادثہ کی صورت میں دل ہلا دینے والا واقعہ ہے۔ مگر ــــ

"ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں ہمیں لوٹ کر جانا ہے"

جذبۂ ہمدردی پیچ و تاب کھانے کے بعد بالآخر اس عاجزانہ دعا میں ڈھلتا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کو اور دیگر لواحقین کو صبر کی توفیق دے۔ اعزہ، احباب اور رفقا کو سلام پہنچے۔

نعیم صدیقی
لاہور

محمد یونس صاحب امیر جماعت اسلامی
حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادوں کے خطوط

خطوط کا یہ مجموعہ "تحریک اسلامی" کی پرانی یادوں پر مشتمل ہے۔ جس میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ؒ مولانا محفوظ الرحمان نامی مرحوم چودھری نیاز علی صاحب مرحوم کے بالکل ابتدائی دور دارالسلام کے بعض خطوط ہیں۔

یہ خطوط محب محترم جناب سید عبدالستار صاحب مرحوم تعلقدار عادل آباد و صوبیدار میدک ریاست حیدرآباد نے میرے پاس محفوظ کرائے تھے تاکہ ان کو شائع کر دیا جائے کہ محفوظ رہیں۔ اس مجموعہ میں اور بھی خطوط مولانا مودودی مرحوم کے ہیں جو میرے نام اور اور مختلف اصحاب و ارکان جماعت اسلامی حیدرآباد کے نام ہیں۔ یہ مجموعہ میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم و مغفور کو

ان کی زندگی میں روانہ کیا تھا۔ جسکو دیکھ کر انہوں نے اس وقت واپس کر دیا تھا۔ اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن اسکی ایک کاپی کراچی میں رہ گئی تھی۔ ان میں کے بعض خطوط شائع ہو چکے ہیں لیکن ان میں بعض مکمل نہیں ہیں اور بعض کے مکتوب الیہ کا نام غلط درج کر دیا گیا ہے۔ مثلاً مکاتیب حصہ دوم میں مولوی عبدالستار صاحب مرحوم تعلقدار عادل آباد کے خطوط نمبر ۵ اور ۶ میرے نام شائع ہو گئے ہیں اور ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط انعام الرحمٰن خانصاحب کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ یہ ضروری تھا کہ مکتوب الیہ کے صحیح نام کے ساتھ ان کو شائع کیا جائے۔ تاکہ مکتوبات صحیح پس منظر میں سمجھ میں آئیں۔ ان کے علاوہ اس مجموعہ میں جناب طفیل محمد صاحب مولانا ابوالخیر مودودی صاحب مرحوم کے وہ خطوط بھی جو میرے نام مسلسل آتے رہے ہیں شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان میں بعض خطوط اہم ہیں ان کو شائع کرنا ضروری تھا ان خطوط کے مطالعہ سے تحریک اسلامی کے ارتقائی منازل، جماعت اسلامی کی تاریخ مقصد اور طریق کار کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مولانا مودودی صاحب مغفور کے قلمی خطوط بھی میرے پاس محفوظ ہیں ان کو فوٹو پرنٹ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں شائع کئے جائیں گے تاکہ مولانا مرحوم کا قلم اور طرز تحریر بھی محفوظ رہے۔

محمد یونس = یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء

نمبر شمار	نام کاتب	نام مکتوب الیہ	صفحہ نمبر
۱	محفوظ الرحمٰن تاجی	بنام عبدالستار صاحب تعلقدار عادل آباد	۱ و ۲
۲	چودھری نیاز علی خان	" " "	۲ و ۳
۳	سید ابوالاعلیٰ مودودی	" " "	۳ و ۴
۴	" " "	" " "	۴، ۵، ۶، ۷
۵	" " "	" " "	۷، ۸
۶	قمر الدین	" " "	۸، ۹
۷	" "	بنام محمد یونس صاحب	۹، ۱۰
۸	" "	" " "	۱۰، ۱۱، ۱۲
۹	سید ابوالاعلیٰ مودودی	بنام عبدالستار صاحب تعلقدار	۱۲، ۱۳، ۱۴
۱۰	" " "	" " عادل آباد	۱۴، ۱۵، ۱۶
۱۱	" " "	" " "	۱۶، ۱۷
۱۲	" " "	بنام محمد بن علی بیگل	۱۸، ۱۹
۱۳	" " "	" محمد یونس حیدرآباد	۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲
۱۴	" " "	" محمد بن علی بیگل	۲۳، ۲۴
۱۵	" " "	" عنایت اللہ ندوی پداپلی	۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷
۱۶	" طفیل محمد	" مصائب علی ورنگل	۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲
۱۷	سید ابوالاعلیٰ مودودی	" محمد یونس حیدرآباد	۳۳، ۳۴، ۳۵

نمبر	کاتب	بنام مکتوب الیہ	صفحہ نمبر
۱۸	سید ابوالاعلیٰ مودودی	بنام محمد یونس حیدرآباد	۳۵ تا ۳۸
۱۹	" " "	" " "	۳۸ " ۴۳
۲۰	" " "	" " "	۴۴ " ۴۷
۲۱	" " "	" " "	۴۷ " ۵۱
۲۲	" " "	بنام زین العابدین حیدرآباد	۵۲ " ۵۴
۲۳	" " "	" نور احمد فاروقی اجنٹہ	۵۵ " ۵۶
۲۴	" " "	" " "	۵۶ " ۵۷
۲۵	" " "	" " "	۵۸ " ۵۹
۲۶	" " "	" " "	۵۹ " ۶۰
۲۷	" " "	" " "	۶۰ " ۶۱
۲۸	سید ابوالاعلیٰ مودودی	سید رفیع الدین احمد قادری حیدرآباد	۶۱ " ۶۴
۲۹	" " "	بنام عنایت اللہ ندوی حیدرآباد	۶۴ " ۶۸
۳۰	" " "	" محمد یونس صاحب حیدرآباد	۶۸ " ۶۹
۳۱	" " "	" قائدین ریاست حیدرآباد	۶۹ " ۸۱
۳۲	" " "	" خورشید الحسن رضوی حیدرآباد	۸۲ " ۸۴
۳۳	" " "	" سید نقی علی ورنگل	۸۴ " ۸۸
۳۴	محمد بہادر خان حیدرآباد	عنایت اللہ ندوی بابا پور حیدرآباد	۸۹

نمبر شمار	نام کاتب	نام مکتوب الیہ	صفحہ نمبر
۳۵	سید ابوالاعلیٰ مودودی	عنایت اللہ ندوی بابا پور حیدرآباد	۹۰ تا ۹۱
۳۶	طفیل محمد	" " " پدا پلی کریمنگر "	۹۲ " ۹۳
۳۷	سید ابوالاعلیٰ مودودی	بنام محمد یونس حیدرآباد	۹۴
۳۸	" " "	" " " "	۹۴ " ۹۵
۳۹	" " "	" " " "	۹۶
۴۰	" " "	" " " "	۹۷
۴۱	" " "	" " " "	۹۷ تا ۹۸
۴۲	" " "	" " " "	۹۹ " ۱۰۰
۴۳	" " "	" " " "	۱۰۰ " ۱۰۱
۴۴	" " "	" " " "	۱۰۱
۴۵	" " "	" " " "	۱۰۲
۴۶	" " "	" " " "	۱۰۳
۴۷	" " "	" " " "	۱۰۴
۴۸	" " "	" " " "	۱۰۵
۴۹	" " "	" " " "	۱۰۶
۵۰	" " "	" " " "	۱۰۷
۵۱	" " "	" " " "	۱۰۷ تا ۱۰۸

نمبر شمار	نام کاتب	نام مکتوب الیہ	صفحہ نمبر
۵۲	سید ابوالاعلیٰ مودودی	بنام محمد یونس صاحب حیدرآباد	۱۰۸
۵۳	" "	" " "	۱۰۹ تا ۱۱۰
۵۴	" "	" " "	۱۱۰
۵۵	" "	" " "	۱۱۱
۵۶	محبوب بیگم زوجہ سید ابوالاعلیٰ مودودی	" " "	۱۱۲
۵۷	" " "	خورشید الحسن رضوی حیدرآباد	۱۱۳ تا ۱۱۴
۵۸	" " "	بنام محمد یونس حیدرآباد	۱۱۵ " ۱۱۶
۵۹	طفیل محمد	" " "	۱۱۶ " ۱۱۹
۶۰	ابوالخیر مودودی	" " "	۱۱۹ " ۱۲۰
۶۱	میاں طفیل محمد	" " "	۱۲۱ " ۱۲۲
۶۲	" " "	" " "	۱۲۲ " ۱۲۳
۶۳	" " "	" " "	۱۲۴ " ۱۲۵
۶۴	" " "	" " "	۱۲۵ " ۱۲۶
۶۵	ابوالخیر مودودی	" " "	۱۲۶ " ۱۲۸

۷۸۶
۹۲

(۱)

سنہ ۴۰ء
مورخہ ۲ جنوری

محترم المقام زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نامہ گرامی موصول ہوا۔ بجواب عرض ہے کہ احقر پچھلے سال سے ادارہ کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ مقاصد وہی سامنے ہیں جنکا اعلان مولانا ابوالاعلیٰ صاحب فرما چکے ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں جو قدم اٹھایا جا رہا ہے وہ اپنی حقیر بساط اور محدود وسائل کے مطابق اس لئے کام کی رفتار سست ہے۔

اس وقت تک یہاں کے طلبہ و دیگر کارکنان کی تعداد ۲۰ ہے۔ زیادہ زور آئمہ مساجد ٹریننگ کلاس پر صرف کیا جا رہا ہے۔ ۶ ماہ میں پورے قرآن پاک کے ترجمہ کے قابل بنا دینے کی اسکیم چل رہی ہے۔ صنعتی شعبہ میں چارچہ بافی کو زیادہ فروغ ہے۔ مستقل طور سے آباد ہونے کے لئے ابتک کوئی صاحب ایسے تشریف نہیں لائے جو قابل ذکر ہوں۔ ادارہ کی طرف مسلمانوں کے کسی خاص طبقہ کی توجہ نہیں ہے۔ دارالسلام کے تخیل اور اسکیم پر تو خوب داد ملی مگر جب اس کو عملی جامہ پہنانے کا وقت آیا تو ہر طرف خاموشی چھا گئی ملک میں سینکڑوں مزیدار تحریکیں چل رہی ہیں ضرورت ہی کیا ہے کہ مسلمان ان کو چھوڑ کر دارالسلام کی طرف توجہ کریں۔ خیر ہم لوگ مایوس نہیں ہیں خدا کا فضل شامل حال رہا تو چند سالوں میں کامیابی ہوگی۔

اور اس وقت مسلمان توجہ بھی کریں گے۔
ادارہ کی طرف سے ماہنامہ دارالاسلام شائع ہوتا ہے۔ جس کا پہلا اور ماہ رواں کا پرچہ حاضر خدمت ہے۔ اس سے یہاں کے کاموں کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔
امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام

احقر محفوظ الرحمان مناحی
دارالاسلام پٹھانکوٹ

بنام عبدالستار صاحب
عادل آباد

(۳)

۱۷ ستمبر ۴۰ء

مکرمی محترمی۔ السلام علیکم
نوازش نامہ کا شکریہ۔ جن خیالات ہمدردانہ کا جناب نے اظہار فرمایا ہے وہ بہت کچھ حوصلہ افزا ہیں۔ خدا کرے کہ آپ جیسے حضرات کے عزم صمیم سے مسلمانوں کی کوئی تحریک کامیاب ہو جائے۔ بظاہر حال مسلمان جوش و جذبات کے دھنی ہیں۔ جماعت اسلامی کا بھی مجھے کچھ ایسا ہی حال نظر آتا ہے۔ جب کام کا وقت آتا ہے تو پھر چاروں طرف سے نئی نئی باتیں نگاہ میں آجاتی ہیں۔ بہرحال جو کچھ مجھے اور مولانا مودودی صاحب سے اسی وقت ممکن تھا وہ تو کر ہی گذرے ہیں۔ ایسے کام جانی اور مالی قربانی کے کب چلے ہیں۔ اور مسلمانوں کے پاس فی زمانہ مخفی آرزوئیں ہیں۔ سب یہی چاہتے ہیں کہ وہ تو امن و اماں سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔

اور سب کچھ دوسرے کر گزریں۔ اور کریں تو بھی ایسا کہ دنیا جہاں میں جب کسی نے نہ کیا ہو۔ میں تو اس میدان کا مرد نہیں تھا۔ اتفاقات نے مجھے اس کام میں ڈالدیا۔ اور جو کچھ مسلمان اکابر کا حال دیکھا ہے اس سے قطعی مایوس ہو چکا ہے آگے جو اللہ کو منظور .....

تابعدار

بنام جناب عبدالستار صاحب — نیاز علی خان

عادل آباد

(۳)

مورخہ ۴ جون ۴۰ء

محترمی و مکرمی۔ — اسلام علیکم

پٹھانکوٹ کے قریب جہاں میں نے دارالاسلام کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کا خیال تھا وہ جگہ ایک زمیندار صاحب نے عام اسلامی اغراض کے لئے وقف کر دی میرا خیال تھا کہ وہ میری اسکیم سے متفق ہوں گے اس لئے میں وہاں چلا گیا تھا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ ان کے مقاصد کچھ اور ہیں تو میں وہاں سے چلا آیا میرے آنے کے بعد انہوں نے اس خیال سے کہ ترجمان القرآن کے بدولت دارالاسلام کا نام اور وہ مقام کافی مشہور ہو چکا ہے۔ ایک ادارہ اسی نام سے قائم فرمالیا۔ اور مولوی محفوظ الرحمٰن صاحب اسکے انچارج مقرر کر دیئے گئے ان کی اسکیم اس اسکیم سے بنیادی طور پر مختلف ہے جو میں نے شائع کی تھی البتہ نام وہی ہے۔ اور اس نام کے اشتراک کی وجہ سے اکثر لوگ دھوکہ

کھا رہے ہیں۔ میرے لئے یہ مشکل ہے کہ ان واقعات کی تفصیل پرچہ میں درج کروں کیونکہ اس طرح ایک ناگوار نزاع چھڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

سید محمد شاہ صاحب ابھی تک میرے ساتھ اسی طرح کام کر رہے ہیں جس طرح پہلے کرتے تھے۔ البتہ انہوں نے خود اپنا ایک الگ رسالہ بھی پیغام حق کے نام سے جاری کر رکھا ہے جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ طلوع اسلام بھی ابھی تک دہلی سے برابر نکل رہا ہے مگر طلوع اسلام اور پیغام حق کے مقاصد میں شاید علامہ اقبالؒ کے نام کے سوائے کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔

آپ نے یہ روایت صحیح سنی ہے کہ میں اسلامیہ کالج میں پروفیسر ہو گیا ہوں اب تقریباً آٹھ مہینے مجھے وہاں کام کرتے ہو گئے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام جناب عبدالستار صاحب
عادل آباد

---

(۴)

دہلی اگست ۴۲ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دونوں مفصل خط ملے۔ میں اکثر ہفتہ سے مسلسل خرابی صحت میں مبتلا ہوں اس لئے جواب اتنی تاخیر سے دے رہا ہوں اور وہ بھی دوسرے کے ہاتھ سے تکلیف سے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتا۔

یہاں سے اُٹھ کر جانے کا سبب صرف یہ تھا کہ دار الاسلام ٹرسٹ جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا وہ چاہتے تھے کہ میں ان کی ہدایات کے تحت کام کروں اور اس کے لئے میں تیار نہیں تھا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ان کا نصب العین نہایت پست و محدود تھا۔ اور وہ پرانے طرز کا ایک مذہبی ادارہ بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے میں آٹھ کر چلا گیا تھا۔ اب جنگی حالات کے تحت مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ ارکان جماعت کو کسی محفوظ جگہ میں سمیٹ لوں۔ اس غرض کے لئے میں نے اس وقف کے بانی چودھری نیاز علی خاں صاحب سے یہاں کی عمارات مستعار مانگی۔ اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔ اس لئے میں یہاں چلا آیا۔

میرے یہاں آنے کے بعد چودھری صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ ٹرسٹ کا انتظام بھی میں اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ اس کے لئے میں نے یہ شرط پیش کی کہ سابق ٹرسٹیوں سے استعفیٰ لے لیا جائے اور جماعت اسلامی کے چند خاص آدمی ٹرسٹی بنائے جائیں۔ چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ سابق ٹرسٹیوں کے استعفیٰ آ گئے ہیں۔

اب عنقریب میں اپنے چند رفقاء کو باقاعدہ ٹرسٹ کا ممبر بنا لونگا۔ اور اس کے بعد یہ وقف محفوظ طور سے ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔

ان واقعات کو شائع کرنا میں بالکل غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

اسد صاحب اس وقت خود بھی قید فرنگ میں ہیں اور ان کی بیوی بھی ان کا بچہ سرکاری طور پر غالباً دیرہ دون کے کسی مدرسہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اللہ اس مظلوم خاندان کی مصیبت کو جلدی دور کرے!

دوسرے عنایت نامہ کے جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) دارالاسلام کی کل زمین ۱۶۰ ایکڑ ہے۔

(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۰ ایکڑ زمین کے علاوہ یہاں گرد و پیش بکثرت ایسی زمین موجود ہے جس کو ہمارے ارکان بھی خرید سکتے ہیں۔ پٹہ پر بھی لے سکتے ہیں۔ اور کرایہ پر کاشت بھی کر سکتے ہیں۔ زمین کے حصول میں کوئی بہت بڑی دقت نہیں۔

(۳) یہ ان کے اپنے ذرائع پر منحصر ہے۔ جس طرح وہ لے سکتے ہیں۔ زمین کی قیمت یہاں تقریباً دو سو روپیہ ایکڑ ہے۔

(۴) جو لوگ پہلے آباد تھے وہ جا چکے ہیں اب صرف جماعت کے لوگ رہتے ہیں۔

(۵) اس رسالہ کو اب ہماری جماعت اپنے ہاتھ میں لے رہی ہے۔ اور اسے اب ہم عوام میں تبلیغ کرنے کے لئے استعمال کریں گے۔ عبدالحمید صاحب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۶) مکانات کی اس وقت بڑی دقت ہے۔ جو مکانات یہاں موجود تھے۔ وہ ارکان جماعت سے بھر گئے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ خود مزید مکان بنا سکیں۔ جماعت میں جو لوگ صاحب استطاعت ہیں وہ اس وقت ہماری بڑی مدد کریں گے۔ اگر یہاں اپنا کچھ سرمایہ لگا کر کرایہ کے مکانات بنا دیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان کے مکان کبھی خالی نہ رہیں گے اور ان کا سرمایہ محفوظ تو رہے گا۔

(۷) میں نے عارضی نقل مکانی کا اعلان محض بربنائے مصلحت کیا تھا۔ میرے یہاں آنے کے بعد اللہ نے کچھ ایسے اسباب پیدا کر دئے کہ اب یہاں مستقل قیام رہے گا۔

دارالاسلام ٹرسٹ کے سابق ارکان مستعفی ہو چکے ہیں۔ اور اب جماعت کے چند قابل اعتماد لوگ ہی اس وقف کے ٹرسٹی بنائے جا رہے ہیں اس صورت سے انشاءاللہ یہ ٹرسٹ جماعت ہی کا ایک جز ہو جائے گا۔

آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ عنقریب اقلیت کے صوبوں میں مسلمانوں پر عرصہ زندگی تنگ ہو جائے گا۔ لیکن ہم نے جس دعوت و تبلیغ کی ابتدا کی ہے۔ اس کے لئے تو ہر جگہ مقتضی بھی ہے اور ہر جگہ کام کے مواقع بھی۔ والسلام

خاکسار

ابوالاعلیٰ
بدست اقبال

بنام جناب عبدالستار صاحب
عادل آباد

(۵)

مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۹۴۳ء

مکرمی و محترمی۔ اسلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ بہت دیر میں ملا توقع نہیں کہ آپ کو اجتماع کے موقع پر میرا جواب پہنچ سکے۔ بظاہر آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ لیکن جو دقتیں مجھے یہاں مرکز بنانے کے لئے پیش آ رہی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے ایک مرکز بنانے کا معاملہ اتنا آسان نہیں سمجھتا جتنا بظاہر نظر آتا ہے۔ اس کا بڑا

انحصار اس پر ہے کہ کوئی شخص اس کام کا عزم کر کے وہاں بیٹھ جائے اور ہر قسم کے ناسازگار حالات کا مقابلہ کرنے پر تیار ہو جائے۔ ایسا کوئی آدمی اگر جنوبی ہند کی جماعتوں سے نکل آیا تب تو شاید یہ تجویز کامیاب ہو جائے ورنہ اس کا کامیاب ہونا بہت مشتبہ ہے بہرحال میں دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ آپ حضرات کو توفیق عطا فرمائے۔

جس نتیجہ پر آپ حضرات اپنے اجتماع میں پہنچیں اس سے مجھے مطلع فرمائیے میری صحت پہلے کے بہ نسبت اب درست ہے۔ لیکن صحت کی بحالی سے فائدہ حاصل ہوا تھا اللہ تعالیٰ حالات کے پریشانیوں نے بالکل کالعدم کر دیا بہرحال اللہ کی مدد پر بھروسہ ہے۔ والسلام

خاکسار

ابوالاعلیٰ
بقلم غلام جیلانی

بنام عبدالستار صاحب
عادل آباد

(۶)

مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۶۰ھ

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

تشکیل جماعت کا اعلان ہو چکا ہے اب جماعت کی عملی تنظیم پر غور و فکر کرنے اور کام کو آگے بڑھانے کے لئے ہم بہت جلد ایک اجتماع کرنا چاہتے ہیں اجتماع میں ظاہر ہے کہ وہی لوگ شریک ہونگے جو تحریک میں شامل ہیں یا پھر

وہ جو ہمارے معاون و ہمدرد ہیں۔ لہٰذا ہمکو مطلع کیجئے آیا آپ شرکت کیلئے تیار ہیں۔ اور اگر ہیں تو وقت اور جگہ کے متعلق اپنی رائے تحریر فرمائیے۔

مراسلت کا کام ادارہ نے میرے سپرد کیا ہے۔ لہٰذا یہ دعوت تحریک کی جانب سے ہے۔

محترمی عبدالستار صاحب — فقیر

لاہور — قمرالدین

(۷)

بورخہ ۲ ذیقعدہ سنہ ۶۰ھ

محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جماعت کے حالات ذرا کچھ اور تفصیل سے لکھئے اور ارکان خواہ کسی طبقہ کے ہوں ضروری ہے کہ باہم مل کر ایک ایسے آدمی کو امیر منتخب کرلیں جو ان میں باقیوں سے اہل تر ہو حیدرآباد میں کچھ اور بھی ارکان ہیں ان کے نام اور پتے لکھے جاتے ہیں ان سے ملئے ممکن ہے ان میں سے امارت کے فرائض انجام دینے کے لئے بہتر آدمی مل جائے۔

۱۔ بیگم غلام محمود قریشی زاید معتمد مالگذاری بنجارہ ہل

۲۔ عمر بن عبداللہ متعلم بی اے ابتدائی شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ

۳۔ عبدالستار صاحب اول تعلقدار عادل آباد۔

معلوم ہوتا ہے زیادہ تر لوگوں نے جماعت کا لٹریچر بھی نہیں دیکھا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کی پہلی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ تحریک کے نصب العین

اور اس کے طریق کار سے اچھی طرح واقف ہو جائے اور تبلیغ پر نکلنے سے پہلے خود اپنے اوپر اور اپنے اندر حکومت الٰہیہ قائم کرلے۔ کیونکہ بغیر اس کے دنیا ہرگز آپ کی طرف متوجہ نہ ہوگی اور نہ ہی آپ اپنے مشن کا صحیح حق ادا کرسکیں گے۔ ابھی یہ تحریک کی پہلی منزل ہے اور یہ وقت دعوت و تبلیغ کا ہے اور یہ کام ہے بہت کٹھن۔ اس لئے آپ لوگ نہایت سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے قدم اٹھائیے۔

حیدرآباد ایک بڑی مرکزی جگہ ہے۔ وہاں اشاعت کی بڑی ضرورت ہے اور دوسرے مقامات کے مقابلہ میں وہاں آسانیاں بھی ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ اس امر کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

روداد اجتماع کے آخیر میں جو ہدایات درج ہیں ان کو سب لوگ ایک جگہ بیٹھ کر پڑھیں اور ان پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کریں۔ وقتاً فوقتاً اپنی کارگذاریوں کی رپورٹ مرکز میں بھیجتے رہیں۔

فقیر

قمر الدین

ناظم شعبہ تنظیم جماعت اسلامی

بنام محمد یونس صاحب اورسیر

754 حبیب نگر حیدرآباد دکن

(۸)

مورخہ ۱۴ فروری ۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم رحمۃ اللہ برکاتہ

ملک کی سیاسی فضا روز بروز مکدر ہوتی جارہی ہے۔ نہیں معلوم مستقبل

قریب میں کیا کچھ ہو جائے۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ آنے والے شور و ہنگامہ سے قبل جماعت کے اہل الرائے حضرات کا ایک اجتماع کر کے یہ طے کر لیا جائے کہ آئندہ کے لئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ فروری ۴۲ء کی تاریخیں مقرر ہوئی ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر مجلس مشاورت میں شریک ہوں۔

لاہور آنے سے قبل مقامی جماعت کا ایک اجتماع کر کے ارکان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیجئے اور ان سے بھی دریافت کر لیجئے کہ آئندہ کے طوفانی دور کے لئے وہ کیا رائے دیتے ہیں۔ نیز اپنے حلقہ میں تحریک کے کام اور اس کی رفتار سے متعلق بھی مرکزی اجتماع میں ایک مختصر رپورٹ پیش کریں خواہ زبانی یا تحریری جیسا مناسب ہو۔

اور دوسرے مسائل جو آپ کے ذہن میں ہوں۔ یا جن کی طرف ارکان توجہ دلائیں خواہ وہ مقامی حیثیت رکھتے ہوں یا پوری جماعت سے متعلق ہوں ان کو بھی مرتب کر کے ساتھ لیتے آئیں تاکہ پوری مجلس مشاورت ان پر غور و خوض کر کے صحیح تدابیر سوچ سکے۔

اگر مرکزی ادارہ سے آپ کے معاملات ہوں تو حسابات کی تفصیل بھی لیتے آئیے سردی کے آخری ایام ہوں گے اس لئے بستر وغیرہ ساتھ لیتے آئیں تو بہتر ہے

بنام محمد یونس صاحب اور سیر

حیدر آباد دکن

خاکسار

قمر الدین

مکرر:- دکن سے صرف آپ ہی بلائے جا رہے ہیں اس لئے جس طرح بھی ہو سکے ضرور آئیے۔ مولانا صبغتہ اللہ صاحب کو اس لئے نہیں مدعو کیا گیا ہے کہ وہ ابھی نومبر میں یہاں سے گئے ہیں۔ اگر اب پھر آئیے تو بیچارے بہت زیر بار ہوں گے۔ اور اس وقت انہیں اتنے لمبے سفر کی فرصت بھی نہ ہوگی۔

قمر الدین

(۹)

مورخہ ۷ جون ۴۱ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں سری نگر گیا ہوا تھا۔ واپسی پر آپکا عنایت نامہ ملا۔

میں حضرت قطب الدین مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہوں اس لئے اپنے آپ کو مودودی لکھتا ہوں۔ یہ کسی نشر عام یا تشہیر کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شعوب اور قبائل میں تعارف و امتیاز کے لئے تقسیم کیا ہے۔ اس لئے میں جس قبیلہ کا ہوں محض اس کا اظہار کرتا ہوں "مودودی" کسی مسلک یا مذہب کا نام نہیں ہے کہ مجھ پر اعتراض وارد ہو سکے جو ڈاکٹر اشرف پر وارد ہوتا ہے۔

آپ نے نہ تو میرے ان فقروں کا حوالہ دیا جن کی بناء پر آپ کا یہ خیال ہے کہ میں "بزرگان دین سے بدعقیدہ" ہوں۔ اور نہ اس عقیدہ کی

تشریح فرمائی جو آپ کے نزدیک بزرگان دین کے بارے میں رکھنا ضروری ہے۔ اور جس کے لحاظ سے میں بدعقیدہ ہو گیا ہوں۔ براہ کرم ان دونوں امور پر کچھ روشنی ڈالیں تاکہ میں بھی کچھ عرض کر سکوں۔ آپ کے عنایت نامہ سے میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ فرد جرم کیا ہے جس پر میں ماخوذ کیا گیا ہوں۔ بلکہ مجھے یہہ شبہ ہے کہ شاید آپ نے میرے مضمون کو پوری طرح ٹھنڈے دل سے پڑھا بھی نہیں ہے۔ عموماً یہہ قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی مضمون میں اپنے مذاق کے خلاف کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو پھر سارے مضمون کو مجروح جذبات کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے اور ٹھنڈے دل سے یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔

آپ کو شاید یہہ معلوم نہیں ہے کہ میں خود اس خاندان سے ہوں جس میں ایک ہزار برس سے سلسلۂ بیعت و ارشاد جاری رہا ہے۔ مجھے اس کے تمام اچھے اور برے پہلوؤں کا براہ راست مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور کسی بیرونی آدمی کی طرح تعصب کے ساتھ میں نے ایسے نہیں دیکھا ہے بلکہ قدرتی طور پر اس کے متعلق میرا نقطۂ نظر ہمدردانہ رہا ہے۔ اس کے بعد اگر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام کے دوسرے اداروں کی طرح یہہ ادارہ بھی (DEGENERATE) ہو گیا ہے اور اس میں بہت کچھ ردوبدل کی ضرورت ہے۔ تو یہہ کسی بیرونی دشمن کی رائے نہیں ہے بلکہ گھر کے دوست کی رائے ہے جو محض حق پرستی کی بناء پر ظاہر

کی گئی ہے۔ اگر حق میرے پیش نظر نہ ہوتا تو میرے لئے بہت آسان تھا کہ خود اپنے خاندان کی گدی سنبھال کر بیٹھتا اور مشیخیت کا رنگ جما کر ہاتھ پاؤں چومنے والے اور نذریں گذرانے والے بہت سے حضرات کو اپنے گرد جمع کر لیتا۔

بنام عبدالستار صاحب
عادل آباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۰)

مورخہ ۲۸ جون ۴۱ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ الحمد للہ کہ آپ کی غلط فہمی کسی حد تک رفع ہو گئی۔ اصل یہہ ہے کہ ایک چیز تو طریقہ بیعت و ارشاد کی روح ہے اور دوسری چیز وہ خاص ھیئت و شکل ہے جس میں طریقہ صدیوں سے متوارث چلا آرہا ہے۔ جہاں تک اس کی روح اصلی کا تعلق ہے وہ بالکل برحق۔ صحیح اور پاک ہے۔ مگر جہاں تک اس کی ھیئت و شکل کا تعلق ہے وہ گمراہ کرنے والے پیرون اور جاہل مریدون کے غلط طرز عمل کی وجہہ سے اس قدر (DEGENERATE) ہو گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ کچھ دوسرے خراب (ASSOCIATIONS) اس قدر خلط ملط ہو گئے ہیں کہ اصل روح نہ صرف یہہ کہ اس کے اندر باقی نہیں رہی بلکہ جہاں نیک نیت لوگ اس ھیئت و شکل میں کوئی صحیح خدمت بھی کرتے ہیں۔

تشریح فرمائی جو آپ کے نزدیک بزرگان دین کے بارے میں رکھنا ضروری ہے۔ اور جس کے لحاظ سے میں بدعقیدہ ہو گیا ہوں۔ براہ کرم ان دونوں امور پر کچھ روشنی ڈالیں تاکہ میں بھی کچھ عرض کر سکوں۔ آپ کے عنایت نامہ سے میں بالکل نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ فرد جرم کیا ہے جس پر میں ماخوذ کیا گیا ہوں۔ بلکہ مجھے یہہ شبہ ہے کہ شاید آپ نے میرے مضمون کو پوری طرح ٹھنڈے دل سے پڑھا بھی نہیں ہے۔ عموماً یہہ قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی مضمون میں اپنے مذاق کے خلاف کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو پھر سارے مضمون کو مجروح جذبات کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے اور ٹھنڈے دل سے یہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے۔

آپ کو شاید یہہ معلوم نہیں ہے کہ میں خود اس خاندان سے ہوں جس میں ایک ہزار برس سے سلسلۂ بیعت و ارشاد جاری رہا ہے۔ مجھے اس کے تمام اچھے اور برے پہلوؤں کا براہ راست مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور کسی بیرونی آدمی کی طرح تعصب کے ساتھ میں نے ایسے نہیں دیکھا ہے بلکہ قدرتی طور پر اس کے متعلق میرا نقطہ نظر ہمدردانہ رہا ہے۔ اس کے بعد اگر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام کے دوسرے اداروں کی طرح یہہ ادارہ بھی (DEGENER TE) ہو گیا ہے اور اس میں بہت کچھ ردوبدل کی ضرورت ہے۔ تو یہہ کسی بیرونی دشمن کی رائے نہیں ہے بلکہ گھر کے دوست کی رائے ہے جو محض حق پرستی کی بناء پر ظاہر

وہاں بھی بہت جلد اس کے خراب (ASSOCIANS) عود کر آتے ہیں
اس بناء پر میری یہہ رائے ہے کہ پیری مریدی کی وہ خاص شکل بدل دیجائے اور
اس کے بجائے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں سلسلہ بیعت وارشاد
کی اصل روح تو موجود ہو۔ مگر وہ خراب ابتلاء و آفات نہوں۔ میں نے بہت
غور و خوض کے بعد جو صورت تجویز کی ہے وہ یہہ ہے کہ اولاً ہاتھ میں ہاتھ
لیکر بیعت نہ لی جائے۔ بلکہ زبانی عہد لیا جائے جس طرح نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے لیا کرتے تھے۔ ثانیاً سلسلہ کسی شخص کی
طرف منسوب نہ ہو بلکہ "اسلام" کی طرف منسوب ہو تاکہ شخص خاص کی
وابستگی آگے چل کر شخصیت پرستی تک نہ پہنچ سکے۔ ثالثاً تزکیہ نفس اور
اجرائے احکام اور اقامت نظم و انضباط وغیرہ کا کام جس شخص کے ہاتھ
میں ہو وہ اس کی ذاتی حیثیت میں نہ ہو بلکہ جماعت اسلامی کا سردار
ہونے کی حیثیت میں ہو۔ حتیٰ کہ جب ایک شخص سردار نہ رہے۔ اور دوسرا
اس کی جگہ آئے تو لوگوں کی اطاعت و وابستگی بھی پہلے شخص سے ہٹ کر
دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے نہ یہہ کہ لوگ اس شخص خاص ہی کے
گرویدہ رہیں جس کے امر پر ابتدا میں انہوں نے عہد کیا تھا۔ یہ دونوں باتیں
خلفاء راشدین کے دور کی تنظیم سے میں نے اخذ کی ہیں۔ ان کے مبارک دور
میں جماعت اسلامی اسلام کی طرف منسوب تھی نہ کہ صدیق رضؓ یا فاروق رضؓ یا
عثمان رضؓ یا علی رضی اللہ عنہم کی طرف۔ اس طرح لوگوں کی وابستگی شخص یا
صدیق رضؓ یا شخص فاروق رضؓ سے نہ تھی بلکہ امیر المومنین سے تھی جو بھی

وقت کا امیر ہو۔ اور اطاعت نظام کی تھی نہ کہ شخص خاص کی۔

آپ نے "جماعت اسلامی" میں اپنے آپ کو تیسرے درجہ کی ممبری کے لئے پیش کیا ہے۔ آپ کو درجہ دوم بلکہ درجہ اول تک ترقی کرنے کی توفیق بخشے۔ جو شرائط میں نے تشکیل جماعت کے سلسلہ میں بیان کر دی ہیں مجھے امید ہے کہ آپ نے پوری طرح ان کو ذہن نشین کر لیا ہوگا۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ جس درجہ کی ممبری آپ قبول فرما رہے ہیں اس کے شرائط پر قائم رہنے کی طاقت اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے۔ میں آپ کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا چاہنے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں بہر حال اللہ اور اس کے رسولؐ کے وفادار رہئے۔ کہ اللہ کے فضل سے آپ کو اتنی قوت مل جائے کہ جو وفاداری بھی کسی وقت اللہ اور رسولؐ کی وفاداری کے منافی ہو اس کو آپ قربان کر سکیں۔

بنام عبدالستار صاحب
عادل آباد

خاکسار
سید ابوالاعلیٰ مودودی

(۱۱)

مورخہ ۲۲ جنوری ۴۳ء

مکرمی و محترمی۔ اسلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ بہت عرصہ سے آیا ہوا تھا میں نے عدیم الفرصتی اور کثرت کار کی وجہ سے اسے ایک طرف رکھ دیا تھا۔ پھر کاغذات میں

خلط ملط ہو گیا۔ اب تلاش کے بعد ملا اور جواب لکھوا رہا ہوں۔ میرے پیش نظر جو نصاب تعلیم ہے اس کا سرسری خاکہ تو بن چکا ہے مگر اس خاکہ پر کتابیں مرتب کرنے کا کام ابھی باقی ہے۔ میری اسکیم یہہ ہے کہ ایک ابتدائی ماڈل اسکول قائم کروں۔ اس میں اپنے منتخب کردہ استاد جو میرے نظریہ تعلیم کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ مقرر کروں اور یہہ لوگ باہمی مشورے سے اسباق لکھتے جائیں اور ان کو عملاً پڑھا کر تجربہ کرتے جائیں۔ جب عملی تجربہ سے یہہ بات ثابت ہو جائے گی کہ نیا نصاب درست ہے۔ تب انہیں کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے گا۔ اس کام کے لئے میں نے استاد منتخب کر لئے ہیں۔ اور کام کا ایک نقشہ بن چکا ہے۔ مگر مشکل یہہ ہے کہ جنگی حالات کیوجہہ سے اس وقت درسگاہ قائم کرنے میں سخت موانع درپیش ہیں۔ ذرا حالات درست ہوں تو پہلی فرصت میں اس کام کو شروع کر دوں گا۔

مارکیٹ میں جو کتابیں ہیں میں ان سے مطمئن نہیں ہوں۔ اس لئے نیا نصاب تیار کرانے کی فکر میں ہوں۔ میرے لئے موجودہ کتابوں سے کسی کی سفارش کرنا مشکل ہے۔ سردست تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ جب تک میرا یہہ تجربہ کامیاب نہ ہو جائے آپ حضرات جیسی بھلی یا بُری تعلیم کا انتظام خود کر سکتے ہوں کر لیں۔

بنام عبدالستار صاحب
عادل آباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ (بقلم غلام علی)

مورخہ یکم ستمبر ۴۳ء

محترمی و مکرمی ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

خط ملا ۔ مندرجات سے آگاہی ہوئی ۔ عنایت اللہ صاحب کے وہاں سے روانہ ہونے کی اطلاعات تو برابر سن رہا ہوں ۔ لیکن ابھی تک یہاں پہنچے نہیں ہیں ۔

۱ ۔ جن مجذوم رکن کا آپ نے حال لکھا ہے ۔ ان پر جب تک جذام کا اثر ہے لوگوں کو ان کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ اور خود ان کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے ۔ جو دوا آپ نے لکھی ہے ۔ میرے خیال میں اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے ۔ اس لئے کہ چھپکلی ان حیوانات میں سے نہیں ہے ۔ جن کی حرمت کی تصریح نص میں کی گئی ہے ۔ بلکہ ان میں سے ہے جن کے حرام ہونے کا استنباط نصوص سے کیا گیا ہے ۔ ایسی چیزوں کی حرمت شراب اور خنزیر کی حرمت سے کمتر درجے کی ہوتی ہے ۔ نیز یہہ کہ شدید قسم کے امراض کے لئے مہلک ہوں یا غیر معمولی تکلیف دہ ہوں ۔ ان کے علاج میں حرام چیز ایسی صورت میں استعمال کی جا سکتی ہے جبکہ کوئی موثر حلال دوا بہم نہ پہنچ رہی ہے ۔

اور دوسرے حضرات کے طرز عمل کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھکر افسوس ہوا ۔ سوائے اس کے کہ "یلیت قومی یعلمون" کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔ یہہ لوگ سیاسی جتھے بندی کے تعصب میں اس بات کو بھول گئے کہ ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اور جس مقصد

کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے کسی مسلمان کو بغض یا عناد رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور جس وجہ سے ہم نے ان کی جماعتوں کو ناکافی سمجھ کر اپنے لئے یہہ راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر یہہ لوگ ناراض ہوں۔ بہرحال آج اگر یہہ لوگ نہیں سمجھتے کل سمجھیں گے۔ ناکافی کی وجہ سے کچھ یہہ کر رہے ہیں۔ اس پر صبر کرنا چاہیئے۔ آپ کا اور دوسرے تمام رفقاء کا رویہ حکیمانہ اور شریفانہ ہونا چاہیئے۔ کسی کی اشتعال انگیزی پر مشتعل نہ ہوں۔ غلط الزامات پر سکوت اختیار کریں یا حد سے حد صرف سادہ اظہار حقیقت پر اکتفا کریں۔ بدزبانی کا جواب حُسن کلام سے اور کج خلقی کا جواب حُسن اخلاق سے دیتے جائیں۔ اگر آپ لوگ اپنی انسانیت کو اپنے طرز عمل سے ان کی انسانیت کے مقابلے میں بالاتر ثابت کر دیں تو نہ یہہ کہ آخری کامیابی آپ ہی کو ہوگی بلکہ بعید نہیں کہ خود ان لوگوں کے دل بھی تبدیل ہو جائیں۔

امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد بن علی صاحب بیگل

ضلع نظام آباد

(۱۳)

مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم

عنایت نامہ مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ملا۔ ہجوم مشاغل کے سبب سے جواب بہت تاخیر کے ساتھ دے رہا ہوں۔

جماعتِ اسلامی کے تین طبقات میں سے کسی طبقہ میں بھی ایسے لوگ نہیں آسکتے جو کانگریس۔ لیگ۔ اتحاد المسلمین۔ یا خاکسار جماعتوں میں شریک ہوں یا ان تحریکوں سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ ان تحریکوں میں سے کسی تحریک کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے معنے ہی یہ ہیں کہ ان لوگوں کا ذہن ابھی تک یکسو نہیں ہوا ہے۔ وطن پرستی۔ یا قوم پرستی۔ کی الجھنیں ابھی دماغ میں موجود ہیں۔ دین حق کی اقامت کے نصب العین کو انھوں نے ابھی اچھی طرح سمجھا نہیں ہے۔ اور اس ذہنی الجھاو کی وجہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ دو متضاد چیزوں کو بیک وقت نباہا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کا جماعتِ اسلامی میں داخل ہونا جماعت کے لئے صرف یہی نہیں کہ مفید نہ ہوگا بلکہ سخت مضر ثابت ہوگا۔ ان کا صحیح مقام جماعت کے اندر نہیں اس کے باہر ہے۔ باہر سے وہ ہمارے ساتھ جتنی اور جیسی ہمدردی کریں ہم ان کے شکر گذار ہوں گے مگر جماعت کے اندر (تینوں طبقوں میں) تو وہی لوگ آسکتے ہیں جو واضح طور پر جماعت اسلامی کے نصب العین و طریق کار اور دوسری جماعتوں کے نصب العین و طریق کار کا فرق سمجھ لیں اور پھر پوری طرح یکسو ہو کر اپنی فکر و عمل کو اس جماعت کے نصب العین پر مرکوز اور اس کے طریق کار تک محدود کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ایسے لوگ خواہ کتنی ہی کم تعداد میں ملیں بہر حال ہم کو صرف انہی کی

ضرورت ہے۔ پراگندہ خیال لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہم جمع کرنا نہیں چاہتے۔
مقامی جماعتِ اسلامی کو دوسری جماعتوں اور تحریکوں
کے ساتھ نہایت احتیاط کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے۔ اس معاملہ میں
ہماری پالیسی کے بنیادی نکات یہہ ہیں:۔

۱۔ ہمیں ان سے لڑنا نہیں ہے۔ نہ کسی خاص جماعت
کو مخالفت کا ہدف بنانا ہے۔ نہ ان کے ارکان سے مباحثے اور
مناظرے کرنے ہیں۔

۲۔ اصولی طور پر ہم ان کے نصب العین و طریق کار کو جن
وجوہ سے غلط
اور اپنے نصب العین و طریق کار کو جن وجوہ سے حق سمجھتے ہیں۔ ان کی توضیح
ہم ہر اس شخص کے سامنے کر دیں گے جو ہماری تحریک کو سمجھنے کا خواہشمند ہو۔
اور جب وہ بحث برائے بحث پر اتر آئیگا تو معافی چاہیں گے۔

۳۔ دوسری جماعتوں میں سے کوئی اگر صحیح دینی کام کرے
(مثلاً تعلیم القرآن یا اصلاح عقائد یا دعوت الی اللہ) تو ہم کو ایسے کسی کام میں
ان کے ساتھ تعاون کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ لیکن ہم یہہ بات واضح کر دیں گے کہ
ہمارا تعاون صرف اسی کام کی حد تک ہے اور صرف اس وقت تک ہے
جب تک کہ یہہ خالصتاً للہ ہو۔ ورنہ جب اس قسم کے کاموں کو محض
پروپگنڈے کے لئے کیا جائے گا۔ یا جب اسلام کے ساتھ جاہلیت کے عناصر کی
بھی آمیزش کیجائے گی تو ہم تعاون سے دست کش ہو جائیں گے۔

حیدرآباد میں اس تحریک کا کام ہندوستان کے دوسرے حصوں کی بہ نسبت زیادہ مشکل ہے۔ اول تو سب سے بڑی مشکل وہاں ہمارے راستہ میں یہہ حائل ہے کہ وہاں جاہلیت کی مسند ریاست پر مسلمان خاندان متمکن ہے اور جاہلی حکومت کا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہہ چیز ہمیشہ فریب دینے والی ثابت ہوئی ہے اور آج بھی حیدرآباد میں اسلام کا دم بھرنے والوں کو عموماً مبتلائے فریب کر رہی ہے۔ جہاں جاہلیت کی حکومت کو کفار چلا رہے ہوں وہاں اسلامی انقلاب کی دعوت لوگوں کی سمجھ میں نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ آجاتی ہے۔ مگر جہاں بھی کام مسلمان کر رہے ہوں اور کچھ نمائشی طور پر "دھرم" کی سرپرستی اور "دھارمک" لوگوں کی "سیوا" بھی ہو رہی ہو۔ وہاں اسلامی انقلاب کا صحیح تصور مشکل ہی سے لوگوں کے ذہن میں اترتا ہے۔ دوسری بڑی مشکل یہہ درپیش ہے کہ حیدرآباد میں ایسے لوگ گویا ناپید ہیں جو کسی حیثیت سے بھی حکومت کے متوسل نہ ہوں۔ صحیح الخیال دیندار اور نیک نیت اصحاب مل تو سکتے ہیں۔ مگر ان کا کچھ نہ کچھ تعلق حکومت کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اور اس وجہہ سے وہ صف اول میں نہیں آسکتے حالانکہ تحریک اسلامی کے اصل کارکن طاقت صف اول کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ دوسری اور تیسری صف کے لوگ تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ پیچھے رہ کر آگے کام کرنے والوں کی مدد کرتے رہیں۔

خصوصیت کے ساتھ جس سوال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ریاست حیدرآباد کے لئے نائب امیر کس کو مقرر کیا جائے جو وہاں کے

پورے کام کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے تیار ہو۔ اس منصب کے لئے ایسا آدمی درکار ہے جو دین دار بھی ہو جری بھی ہو، اور پھر "خداوند حیدرآباد" کی بندگی سے بھی آزاد ہو۔

حیدرآباد میں ہماری جماعت کے لوگ اس وقت سب سے بڑھ کر تحریک اسلامی کی کوئی خدمت کر سکتے ہیں تو وہ بھی ہے کہ صف اول کے آدمی تلاش کریں اور کسی ایسے شخص پر نظر دوڑائیں جو حدود ریاست میں تحریک کی ذمہ داری کا اہل ہو۔

وکلاء کے متعلق آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس طبقہ کے لوگ ہماری جماعت میں نہیں آسکتے الا یہ کہ کوئی شخص اس بات کے لئے تیار ہو کہ بقدر کفاف حلال روزی حاصل ہونے کا جب کبھی امکان ہوگا وہ اس پیشہ کو ترک کر دے گا۔

بنام محمد یونس صاحب اورسیر
حیدرآباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۴)

مورخہ ۳ شعبان ۶۳ھ

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ محمد بن علی کی "معتمدی اغذیہ" کے متعلق حسب ذیل صورت اختیار کی جائے۔ حکومت کے اس قسم کے کاموں میں شرکت سے اجتناب کیا جائے۔

مگر حتی الامکان یہہ کوشش کی جائے کہ یہہ تحریک کی یا جماعتی شکل نہ اختیار کرے۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت سے ہمارے نظام کے قبل از وقت تصادم کی نوبت آجائے۔ اس لئے حتی الامکان یہہ کوشش کرنی چاہئے کہ جماعت کو حکومت سے الجھانے کے بجائے اپنی انفرادی حیثیت میں کوئی عذر کرکے اس قسم کی ذمہ داریوں سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے۔ اور اگر یہہ لوگ کسی طرح پیچھا نہ چھوڑیں تو پھر اپنی انفرادی حیثیت میں صاف صاف کہہ دیا جائے کہ ہم اس جنگ کو اخلاقی وجوہ کی بناء پر صحیح نہیں سمجھتے۔ اسلئے جو کچھ اس جنگ کے نتیجہ میں الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ انکو سلجھانا بھی ہمارے نزدیک انھیں لوگوں کا کام ہے جو ان الجھنوں کے پیدا کرنے کے ذمہ دار۔ یا ان کے آلہ کار ہیں۔

ہم اگر خلق اللہ کو آپ لوگوں کی غلط پالیسیوں کے برے نتائج سے بچانیکی کوشش کریں گے تو اپنے طور پر کریں گے۔ آپ کے نظام حکومت کی ایجنسی لیکر نہیں کریں گے۔

بنام محمد بن علی
جماعت اسلامی بمبئی

بالفاظ سید ابوالاعلیٰ مودودی
طفیل محمد

(۱۵)

مورخہ ۶ جون ۴۳ء

محترمی مکرمی۔ سلام مسنون۔

استفتاء جو آپ نے بھیجا ہے اس کے جوابات بھی نمبروار

حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ٹھیکیدار اگر سرکاری ملازمین سے کوئی ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے اور اس کے معاوضہ میں ملازمین کو خود رقمیں دیتا ہے تو یہہ قطعی ناجائز ہے۔ اور اس پر رشوت کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن ٹھیکیدار کسی ناجائز فائدہ کا طالب نہ ہو۔ اور مجبوراً ان سرکاری ملازمین کو جن سے اس کے معاملات متعلق ہیں محض اس لئے کچھ رقم دیتا ہے کہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کی اسکے سوائے کوئی سبیل نہیں ہے۔ تو اسپر رشوت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکا شمار تو ان ناجائز ٹکسوں میں ہوگا جو اس ظالمانہ نظام میں رہتے ہوئے ہم آپ سب دیرہے ہیں۔ ایسی رقموں کو میں وہ لقمہ سمجھتا ہوں جو کتّے کے مُنہ میں صرف اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ ہم کو نہ کاٹے۔ ہمارے جو رفیق ٹھیکہ کا کام کرتے ہیں اور اس قسم کی رقمیں مجبوراً دیتے ہیں ان کو یہہ ہدایت کر دیجئے کہ ہر اس موقع پر جبکہ وہ یہہ رقم کسی سرکاری ملازم کو دیں انہیں اسکو نصیحت کرنی چاہئے کہ یہہ ناجائز روٹی ہے جو تم کھا رہے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور آگ سے اپنا پیٹ نہ بھرو۔ اور جب وہ نہ مانیں تو یہہ کہکر اسکو دیں کہ میں بری الذمہ ہوں اب تم حرام کھانا چاہتے تو کھاؤ۔

۲۔ اگر ہماری جماعت میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو اپنے ایک زراعت پیشہ رفیق کو اس کی ضرورت کے وقت ناجائز شرائط کے بغیر نقدی دیدے اور اگر عام مسلمانوں کی طرف سے بھی کوئی انتظام نہیں ہے تو ایک زراعت پیشہ رفیق جماعت بالکل آخری چارہ کار کے طور پر

ساہوکار سے قرض لے سکتے ہیں۔ جن شرائط پر بھی وہ دے۔ لیکن ان کو انتہائی کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی ذات پر ہر قسم کی تکلیف اٹھا کر وہ اس امر کا بندوبست کریں کہ اس قسم کے قرض کی ان کو ضرورت نہ رہے۔ بدرجہ مجبوری جس چیز کی میں اجازت دیرہا ہوں اس کی حیثیت بالکل ایسی ہے۔ جیسے "امراۃ فرعون" موسیٰؑ پر ایمان لانے پر مجبوراً فرعون کے گھر میں رہیں۔ اور خود نبی صلعم کی صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں کے نکاح میں رہیں۔ ایک غیر الٰہی نظام کے غلبہ و تسلط کی حالت میں جبکہ اسلامی جماعت نہ منظم ہو اور نہ آزاد و مختار انفرادی زندگیوں میں بہت سے وہ افعال مسلمانوں کو مجبوراً کرنے پڑتے ہیں جن کے لئے فقہی حیثیت سے کوئی وجہ جواز نہیں ملتی۔

۳۔ کا جواب مولوی صبغتہ اللہ صاحب نے بالکل درست دیا ہے۔ ہر وہ شخص جو اس غیر الٰہی نظام کے اندر رہتا ہے۔ اس وقت تک کسی نہ کسی فعل حرام کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جو غلہ آپ بازار سے خرید کر کھاتے ہیں اس کی قیمت میں سود کی رقم بھی شامل ہوتی ہے۔ اور سرے سے وہ بیع ہی ناجائز ہوتی ہے۔ جو غلہ کی منڈی میں نیچے سے اوپر تک جاری ہے۔

آپ اس فاسد نظام کے اندر حرام سے بالکل بچنا چاہیں تو یہ ممکن نہیں البتہ آپ صرف یہ کر سکتے ہیں کہ جو شخص زیادہ گندگی میں ڈوبا ہوا ہے وہ اس سے نکلنے کی کوشش کرے اور کوئی ایسا ذریعہ معاش تلاش کرے جو کم گندہ ہو۔ فقیہانہ سختیوں کے ساتھ ان معاملات کو

آپ دیکھیں گے تو آپ کو ہندوستان سے ٹکٹ اور زادراہ بغیر نکل جانا پڑے گا۔

بنام عنایت اللہ صاحب
پدا پلی حیدرآباد دکن

سید ابوالاعلیٰ
بقلم عبدالعزیز

(۱۶)

مورخہ ۲ ستمبر ۴۱ء

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ ملا۔

تقاریر کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مجمع کی نفسیات اور ذہنی کیفیت کو مدنظر رکھ کر خوراک دیجئے۔ اور حتی الامکان لٹریچر میں پیش کی ہوئی باتوں کے علاوہ کچھ مت کہئے۔ طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ فروعات میں الجھنے کی ہرگز کوشش نہ کیجئے۔ ان سے پورا پورا اجتناب کرتے ہوئے اپنے موضوعات کو اصول تک محدود رکھئے۔ ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان کا زیادہ خطرہ ہے۔ نیز تقریر اس وقت کیجئے جب لوگ آپ کو خود بلائیں یا پُرزور مطالبہ کریں۔ یا پھر کسی خطرناک اقدام سے روکنے کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہے۔ لیکن ایسی حالت خاص طور پر ویسے عام طور پر تقریر جذبات سے ہٹ کر سنجیدہ سوچی سمجھی اور جچی تلی ہونی چاہئے۔

اساتذہ میں سے جن حضرات کا ذکر آپ نے کیا ہے ان سے اور

اس قسم کے دوسرے لوگون سے بحث و گفتگو کرنے سے احتراز کیجئے۔ بس اگر وہ تیار ہوں تو انہیں لٹریچر پڑھنے کے لئے دیدیجئے۔ ان سے الجھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کیجئے۔

غیر مسلمون کے سامنے (اور موجودہ مسلمانون کے سامنے بھی) اسلام کو پیش کرنے کے طریقہ کے سلسلہ میں آپ محرم تا شعبان ۶۵ھ کے "ترجمان القرآن" کے اشارات کو بغور مطالعہ فرمائیں اور آئندہ بھی اس سلسلہ میں اشارات کو بغور مطالعہ فرماتے رہیں۔ حکمت تبلیغ آپ کی سمجھ میں خود بخود آجائے گی۔ اشتراکیت زدہ لوگون کو "ہیگل مارکس اور نظام اسلام" اور "اسلام اور اشتراکیت" از مولانا مسعود عالم ندوی پڑھنے کو دیجئے۔

مسلم اتحاد طلبہ کے لئے سلسلے میں پہلے اصولی طور پر چند باتیں ذہن نشین کر لیجئے کہ مسلمان کی حیثیت سے ہماری پوزیشن بین الاقوامی جماعت (INTERNATIONAL) کی ہے۔ اس وجہ سے اسلام کے مقابلے میں ہر قسم کا نیشنلزم قابل ترک ہے خواہ وہ روسی نیشنلزم ہو یا برٹش نیشنلزم یا انڈین نیشنلزم یا "مسلم نیشنلزم" اگر نیشنلزم کی بنیاد پر ہم کسی لڑائی میں حصہ لیں تو ہم خود اپنی پوزیشن غلط کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ جب تک ہماری دعوت بنیادی حقائق اور اصولوں کی طرف نہ ہوگی (ایسی بنیادی حقائق جن کی دعوت دیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنان اسلام کو سرفروشان اسلام میں تبدیل کر دیا تھا)

ہم کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ تیسرے یہہ کہ دنیا کی اصلاح ہنگاموں سے نہیں ہوتی بلکہ سنجیدہ تحریک سے ہوتی ہے۔ وقتی طور پر ہنگامی طور پر بنائے ہوئے انسانوں سے کام نہیں چلا کرتا۔ بلکہ پیہم آزمائشوں میں پڑ چکنے کے بعد جو انسان میدان میں آتے ہیں وہ کام کیا کرتے ہیں۔ خواہ وہ چند ہی کیوں نہ ہوں۔

اب ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اپنے طرز عمل پر غور کیجئے۔ آپ نے جو وقت حیدرآباد کے نمائندوں سے گفتگو کرنے میں صرف کیا اچھا کیا۔ اور ان کا متاثر ہو جانا مستقبل کے لئے فال نیک ہے۔ لیکن ان کی کبیدہ خاطری کا خیال کر کے انجمن مسلم اتحاد طلباء میں شریک ہو کر (خواہ وامتحاناً اور عارضی طور پر بھی سہی) غلطی کی۔ ایک تو نام ایسا ہے جس سے نیشنلزم کی بو آتی ہے۔

دوسرا اب تک جو کام یہہ انجمن کرتی رہی ہے۔ وہ بجائے خود غیر مسلم طلباء کو اسلام سے متنفر کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

تیسرا یہہ "انجمن اتحاد المسلمین" کی سرپرستی صاف ظاہر کرتی ہے کہ اس انجمن کی بناء ہندو مسلم مناقشات پر ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ اتحاد المسلمین دراصل مسلم لیگ ہی ہے تو مسلم لیگ کی بنیاد کیا ہندو مسلم مناقشات نہیں ہیں۔ کیا اس نے اپنے طرز عمل سے اسلام کا دروازہ پوری طرح غیر مسلموں پر بند نہیں کر دیا۔ اب اس قسم کی جماعتوں اور انجمنوں (جیسے مسلم لیگ اور اتحاد المسلمین) اور ان کی سرپرستی میں جو انجمنیں یا سوسائٹیاں چل رہی ہیں۔ ان سے صرف یہہ مطالبہ

کرنا کہ وہ اسلام پر عمل کریں۔ یا اپنی تنظیم کی بناء اسلام پر کریں کافی نہیں ہے۔ اول تو ان کے لئے ایسا کرنا محال ہے۔ اور ان سے ایسی امید خوش فہمی سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان کے پیش نظر اسلام تو ہے ہی نہیں۔ ان کی ساری تنظیم کی بناء ہی اس بات پر ہے کہ مسلمان قوم دنیوی لحاظ سے جو دوسری قوموں اور خصوصاً ہندوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ اس کمی کو پورا کیا جائے۔ اور اس جدوجہد میں اسلام اور اخلاق کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اب اگر وہ چاہیں بھی کہ ان کی تنظیم اسلامی اصولوں پر ہو اور انفرادی و اجتماعی اعمال اسلام کے مطابق ہوں تو انہیں اپنا یہہ سارا بنا بنایا کھیل ختم کرنا پڑے گا۔ اور نئے سرے سے ابتداء کرنی پڑے گی۔ کیونکہ جس عمارت کی بنیاد ہی خراب ہو۔ اس کی اوپری مرمت سے کچھ نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی بنیادوں کو اکھاڑ کر پوری عمارت کو نئے سرے سے بنانا ہوگا۔

دوسرا ان کے پچھلے طرز عمل میں غیر مسلموں کے اندر اسلام کے خلاف بغض و نفرت اور تعصب پیدا کر دیا ہے۔ اس کو دور کرنا قریب قریب محال ہے۔

اب آپ کے لئے صحیح صورت یہہ ہے کہ انجمن اتحاد طلباء سے کسی احسن طریقہ پر علیحدگی اختیار کر لیجئے۔ اس سے ایک تو آپ کا اخلاقی اثر خصوصاً غیر مسلموں پر اچھا پڑے گا۔ دوسرا آپ کو طالب اقتدار نہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ ایک نصب العین اور مسلک کا صحیح و سچا پیرو

تصور کیا جائے گا۔ ایسے ماحول میں (جیسے کہ آپ کے کالج کا ہے) مسلم اور غیر مسلم ملکر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان سب کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ کار اختیار کریں۔ انشاء اللہ بہت مفید نتائج برآمد ہوں گے۔

۱۔ جماعت اسلامی کے ہمدرد طلباء کو ملا کر یا تو ایک طلباء یونین بنائے (اگر تعداد اچھی خاصی ہے) یا بغیر یونین بنائے (اگر تعداد بہت کم ہو مثلاً ایک یا دو ہوں) مل کر کام کیجئے اور لٹریچر پھیلاتے رہئے۔ یونین کے نام میں بھی مسلم کا لفظ نہ لگائے۔ اس کا نام یا صرف طلباء یونین (Students Union) یا اس قسم کا کوئی عام نام ہو جو مسلم غیر مسلم کے لئے مشترک ہو۔

۲۔ اس یونین کا دروازہ مسلم غیر مسلم سب کے لئے کھلا رکھئے خالص اخلاقی بنیادوں پر اس کے دستور کا ایک خاکہ مرتب کیجئے۔ اخلاقی بنیادیں ظاہر ہے وہی ہوں گی جن کو اسلام اخلاقی بنیادیں قرار دیتا ہے۔ مگر اسلام کا نام لئے بغیر انھیں مرتب کیجئے۔ اس کا رف خاکہ پہلے مرکز میں بھیج دیجئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو مفید مشورے دئے جائیں گے۔ جو مسلم اور غیر مسلم ان اخلاقی بنیادوں پر آپ سے ملنا چاہیں ان کو اپنے اندر لیتے جائیے۔ اور جو ان بنیادوں پر آپ سے نہ ملیں یا اپنی طرف سے کوئی اخلاقی بنیادیں پیش کریں انکو اپنے اندر نہ لیجئے۔ اس طرح لیڈرشپ آپ کے ہاتھ میں رہے گی اور آپ اسلام کا

نام لئے بغیر اسلام کی دعوت پھیلا سکیں گے۔ آپ کو اس طریقہ سے یہ موقعہ بھی مل سکے گا کہ غیر مسلم طلباء کسی تعصب کے بغیر آپ کی باتیں سُننے اور جماعت کا لٹریچر پڑھنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ان کو خود معلوم ہو جائیگا جن اصولوں کو وہ حق مان چکے ہیں۔ وہی اسلام ہے۔

۳۔ اپنی اخلاقی اصلاح کی تکمیل کے لئے کوشاں رہئے۔ اسوۂ رسولؐ کو ہر حالت میں پیش نظر رکھئے۔ اخلاق میں وہ بلندی پیدا کرنے کی کوشش کیجئے کہ آپ کے مخالفین بھی آپ کے اخلاق و خلوص کے قائل ہو جائیں۔ زبانیں اور ہاتھ ساتھ نہ دیں تو کبھی ان کے دل کے اندر آپ کے خلاف جذبہ باقی نہ رہے۔ بالآخر یہی چیز ان کو زبان اور ہاتھ سے بھی آپ کا ساتھ دینے پر مجبور کر دے گی۔ غیر مسلموں کے معاملے میں اس سلسلہ میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اب تک مسلمانوں نے ان کے سامنے اپنے اخلاق کا بہت ہی گھنا و نا مظاہرہ کیا ہے۔ اور کر رہے ہیں۔

۴۔ حتی الامکان اپنی مساعی کو اپنے طرز کے طبقہ (موجودہ تعلیم یافتہ) تک محدود رکھیں۔ مذہبی طبقہ یا دوسرے بڑی عمر کے لوگوں سے عموماً احتراز کریں سوائے خاص استثنائی صورتوں کے۔

بنام مصائب علی صاحب
ورنگل

خاکسار
طفیل محمد

مورخہ پانچ سنہ ۴۱ء

محترمی و مکرمی۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اصطلاح میں بیعت سے مراد اطاعت اور پیروی کا اقرار ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ بیعت جو کسی خاص موقع پر کسی خاص معاملہ کے لئے ہو۔ جیسے بیعۃ الرضوان تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ سُن کر حضورؐ نے اہل مکہ سے جنگ کا ارادہ فرمایا اور اس وقت صحابہ کرامؓ سے اس امر پر بیعت کی کہ وہ پیش آمدہ مہم میں آپ کے ساتھ جان فروشی کریں گے۔

۲۔ دوسری وہ بیعت جو تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق و روحانیت کی نیت سے ایک مرشد و معلّم اس شخص سے لیتا ہے جو اس کے پاس تربیت حاصل کرنے کے لئے آئے۔ یہہ وہ بیعت جو بالعموم ہر اس شخص کو کرنی پڑتی تھی جو نبیؐ کے ہاتھ پر ایمان لاتا تھا۔ آپ اس سے اقرار کراتے تھے کہ شرک، زنا، چوری وغیرہ سے پرہیز کرے گا۔ اور جو احکام خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ پہنچائیں گے۔ ان کی اطاعت کرے گا۔ اس بیعت کے لینے کا حق یا تو نبیؐ کو پہنچتا ہے یا اس شخص کو جو نبیؐ کے طریقہ پر ہو۔ یعنی طریقہ نبوی کا صحیح علم بھی رکھتا ہو۔ اس پر خود بھی عامل ہو اور بیعت لینے سے اصلاح و ارشاد کے سوا قطعاً دوسری نیت نہ رکھتا ہو۔

۳۔ تیسری بیعت وہ ہے جو جماعت اسلامی کے امیر یا امام کے ہاتھ پر کی جاتی ہے اور اس کی نوعیت یہہ ہے کہ جب تک امیر یا امام اللہ اور رسولؐ کا مطیع ہے اس وقت تک جماعت اسلامی کے تمام ارکان پر اس کی اطاعت فرض ہے۔

"من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ" اور دوسری تمام احادیث میں جس بیعت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے ان میں بیعت سے مراد تیسری بیعت ہے کیونکہ اس پر جماعت اسلامی کی زندگی اور اس کے نظم کا قیام منحصر ہے۔ اس سے الگ ہونے یا الگ رہنے کے معنی یہہ ہیں کہ نبی صلعم جس کام کے لئے تشریف لائے تھے اور جس امر عظیم کا بار امت پر چھوڑ گئے ہیں اسکو نقصان پہنچایا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

صوفیائے کرام میں جو بیعت رائج رہی ہے وہ دوسری قسم کی ہے اور وہ کوئی ضروری چیز نہیں ہے اگر کوئی شخص دین کا علم حاصل کرے اور احکام کو سمجھ کر ان کی پیروی کرنے کی کوشش کرے بغیر اس کے کہ کسی روحانی مربی کی بیعت اس کی گردن میں ہو تو وہ نہ کوئی گناہ کرتا ہے نہ آخرت میں اس سے کوئی باز پرس اس امر کی ہوگی کہ اس نے کسی پیر کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑا۔ البتہ اگر کوئی دیندار منبع شریعت صاحب اخلاق فاضلہ شخص اس کو مل جائے جس کی زندگی کو دیکھ کر اسے یقین ہو جائے کہ فی الواقع جانشین پیمبر کا شرف رکھتا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا فائدہ سے خالی نہیں ہے بشرطیکہ بیعت کرنیوالا خود بھی دین کا علم رکھتا ہو۔ اور اپنے شیخ کا اندھا مقلد نہ ہو اور شیخ سے بشری کمزوری کی بناء پر اگر شریعت کے خلاف کچھ باتیں سرزد ہو جائیں تو مرید عقیدت مندی میں ان غلط باتوں میں بھی شیخ کی پیروی کرتا نہ چلا جائے۔ رہی موجودہ زمانہ کی پیری مریدی جس میں اصلاح و ارشاد کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا بلکہ بزرگوں کی گدیوں پر بیٹھ کر ان کے نالائق بے علم۔ بداعمال جانشین اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بناتے ہیں اور لوگوں کو اس دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ بس ہمارا ہاتھ پکڑ لینے کے بعد تمہارے لئے جنت واجب ہو جائے گی اور مریدوں سے اس طرح نذرانے وصول کرتے ہیں گویا کہ وہ زمیندار ہیں اور اپنے آسامیوں سے لگان وصول کر رہے ہیں

تو ایسی پیری مریدی کا واجب ہونا تو درکنار یہہ جائز بھی نہیں۔

یہہ ایک مصیبت ہے بلکہ میرے نزدیک اس کا شمار کبائر میں ہے میں ان پیروں کو بدترین مجرم اور ان کے مریدوں کو سخت گمراہ سمجھتا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ میں طاقت ہوتی تو میں بجز اس گمراہی کو روک دیتا۔

خاکسار۔ ابوالاعلیٰ

اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ غیر منفک تعلق رکھتی ہیں۔ اعتقاد نام ہے اس رائے یا خیال کا جس پر آدمی پختگی کے ساتھ قائم ہو اور اس رائے یا خیال کے مطابق کام کرنے کا نام عمل ہے۔ ان دونوں کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہہ دونوں مل کر ایک زندگی بناتے ہیں اور صحیح اعتقاد اور عمل میں مطابقت کا نام ہی اسلامی زندگی ہے۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۱۸)

مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

۱۔ دو چار دن قبل ہی اسٹیشن سے معلوم ہوا کہ ہمارے نام کتابوں کا پارسل حیدرآباد سے آیا ہے۔ چھ صندوق تھے جو پانچ آنہ ۱۔ ۱۔ ۱۰۶ روپے دے کر چھڑائے گئے۔ بلٹی پارسل وصول کرنے کے دو تین روز بعد مل گئی ہے۔ اسٹیشن والوں نے صندوق ہمارے اعتماد پر ہم کو دے دئے تھے۔ ان صندوقوں میں (۱۲۴۴) عدد رسالہ دینیات نکلے ہیں۔ پہلے جو پمفلٹ آپ نے بھیجے تھے وہ بھی پوری احتیاط کے ساتھ گنے گئے۔ اور آپ کی لکھی ہوئی تعداد سے

مختلف پائے گئے۔ یہاں پارسلوں میں جتنی جتنی کتابیں نکل رہی ہیں ان کو پوری احتیاط کے ساتھ گن کر نوٹ کر لیا جاتا ہے۔ آپ براہ کرم یہ نوٹ کرتے رہئے کہ ہر کتاب کتنی کتنی چھپ رہی ہے۔ کتنی یہاں روانہ کی جاتی ہے اور کتنی وہاں رکھی جاتی ہے۔ تمام کتابوں کی طباعت اور روانگی مکمل ہو جانیکے بعد انشاء اللہ پورا حساب بآسانی ہو سکے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مجھے یہاں سے کتنی رقم بھیجنے چاہئے اور کتنی رقم کی پابجائی آپ وہاں کر دیں گے۔ دینیات کے ٹائٹل کے آخری صفحے پر جو اشتہار ہے۔ اس میں کاتب صاحب نے ایک جگہ 'انسان' کے بجائے 'اسلام' لکھ کر نہایت مضحک غلطی کی ہے۔

۲) میں ختم شدہ کتابوں کی طباعت کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا ہوں۔ ابھی تک کاغذ حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ حیدرآباد میں طباعت کا انتظام کرنے سے اس لئے گھبراتا ہوں کہ وہاں چھپوانے اور وہاں سے کتابیں منگوانے کے مصارف بہت زیادہ ہیں۔ تاہم اگر ایک مہینے کے اندر مجھے کامیابی نہ ہوئی تو پھر مجبوراً باقی کتابوں کی کاپیاں بھی آپ ہی کو بھیج دونگا۔

۳) اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی میں مجھے بہت کچھ اضافہ کرنا ہے کہ اس لئے اس کو بھی روک لیجئے قرآن کی اصطلاحیں، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، یہ ابھی غیر مکمل ہے۔ اسکا جتنا حصہ رسالے میں آچکا ہے اس کو حصہ اول کے طور پر شائع کر دیا جا سکتا ہے۔ دوسرا حصہ بعد میں تکمیل کر دوں گا اور دین حق اور دوسری چیزیں جو آپ پسند کریں مقامی جماعت کی طرف سے چھپوا سکتے ہیں۔ صرف دو باتوں کا خیال رکھئے۔ ایک یہ کہ کتابت، طباعت اور کاغذ کا معیار وہی ہو۔ جو ہماری کتابوں کا ہے۔ دوسرے یہ کہ صحت کا خاص اہتمام کیا جائے۔ جتنی کتابوں کی ہمیں ضرورت ہوگی ہم آپ سے

اسی ۲۵ فی صد کمیشن پر جو ہم آپ کو دیتے ہیں منگوالیں گے۔ پمفلٹ یا کتابوں کی شکل میں جو چیز آپ طبع کرائیں اس کی قیمت کم رکھنے یا مفت تقسیم کرنے کے خیال سے گھٹیا درجہ کا کاغذ نہ لگائیے کیونکہ اس سے مضمون کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

۴) مسئلہ قومیت کے کچھ نسخے ہمارے پاس ایسے رہ گئے ہیں۔ جن پر ٹائیٹل نہیں ہیں اب چونکہ کتاب ختم ہو چکی ہے اسلئے بقیہ نسخے بغیر ٹائیٹل فروخت کئے جا رہے ہیں، دوسری کتابوں کے ساتھ اس کی طباعت کا انتظام بھی دوبارہ ہو رہا ہے۔

۵) مولوی صاحب کا معاملہ ایسی پوئینٹ پر پہنچ گیا ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا جماعت کے دستور میں اس امر کی تصریح ہے کہ عقیدہ توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کے ساتھ یہ "التزام آتا ہے کہ انسان اپنے لئے اخلاق میں، برتاؤ میں، معاشرت اور تمدن میں، معیشت اور سیاست میں، غرض زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اللہ کی ہدایت کو ہدایت اور صرف اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطے کو ضابطہ تسلیم کرے اور ہر اس طریقے کو رد کر دے جس کا اللہ کی طرف سے ہونا ثابت نہ ہو، نیز یہ کہ وہ "اپنی زندگی کے ہر معاملے میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو حجت اور سند اور مرجع قرار دے۔ جو خیال یا عقیدہ یا طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہو، اسے اختیار کرے۔ جو اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دے اور جو مسئلہ بھی حل طلب ہو اسے حل کرنے کے لئے اسی سرچشمۂ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔"

اس تشریح کے ساتھ صاحب موصوف نے دستور کی پابندی کا عہد کرتے ہوئے جماعت میں شرکت کی تھی لیکن اب وہ ایک ایسے طریقہ پر عامل رہنے کے لئے مصر ہیں جس کے لئے کتاب و سنت کے علاوہ ایک اور چیز یعنی طریقت کو سند اور حجت بنا رہے ہیں۔ ان کی جو تحریر میرے پاس

آپ نے بھیجی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو اعمال اور رواج شریعت سے ہٹ کر یا شرعی حدود سے تجاوز کر کے متاخرین کے دور میں مسلمانوں کے اندر رائج ہو گئے تھے۔ ان کو چھوڑ کر وہ ٹھیٹ اسلامی طرز عمل کی طرف آنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اور قرآن مجید اور حدیث کی ہدایات پر اکتفا کرنے کے بجائے اپنے استدلالات اپنی روش کو حق بجانب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ بیان درست ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں اس کی دلیل نہیں" اور اس کے بعد وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ارباب طریقت کے سوائے کوئی ان کو مطمئن نہیں کر سکتا تو اس کے سوائے کیا چارہ کار باقی جاتا ہے کہ ان سے درخواست کی جائے کہ آپ براہ کرم جماعت سے الگ ہو جائیے۔

اگرچہ اس کے بعد ان کے خط پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن میں مختصراً یہاں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے استدلال میں غلطی کیا ہے۔ تاکہ ارکان جماعت میں سے کسی کے دل میں یہ شبہ باقی نہ رہ جائے کہ آیا صاحب موصوف کا طرز عمل کتاب و سنت کے خلاف تھا یا نہیں۔"

بنام محمد یونس صاحب حیدرآباد ——— (۱۹) ——— خاکسار ابوالاعلیٰ

مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء

مکرمی و محترمی السلام علیکم رحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ انہوں نے اولیاء اللہ کی زندگی پر قرآن سے جو استدلال فرمایا ہے اگر اسکو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے تب بھی سوال یہ ہے کہ اصحاب قبور کے ساتھ جو معاملہ ہمیں کرنا چاہیے کیا

اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے ہمارے لئے کوئی ہدایت چھوڑی ہے یا نہیں۔ اگر ہدایت چھوڑی ہے تو کیا وہ یہی ہے کہ ہم زندوں کی طرح ہم ان کے پاس جاکر بیٹھیں اور ان سے یہ کہا جائے کہ "آپ کو دنیا مقرب سمجھتی ہے آپ کی دعا مقبول خدائے تعالیٰ ہے پس میرے لئے بھی دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی راہ میرے لئے بھی آسان فرمائے اور جس طرح کا فضل آپ پر کیا ہے کیا عجب کہ آپ کی دعا کی برکت سے ایسا ہی فضل مجھ گنہگار پر بھی فرمائے" اور یہ کہ ان کے باقاعدہ عرس منائے جائیں۔ مقررہ اوقات میں لوگ کھنچ کھنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ احادیث کا شاید کوئی مجموعہ ایسا نہیں ہے جس میں تفصیل کے ساتھ وہ روایات جمع نہ ہوں جو قبور اور اصحاب قبور کے متعلق حضور صلعم کی ہدایات پر مشتمل ہیں۔ ان سب کا جائزہ لے کر اگر ان باتوں کا ثبوت فراہم کر دیں۔ اور اگر ان باتوں کا ثبوت کوئی نہیں فراہم کر سکتے تو آخر حضورؐ کی عملی اور قولی ہدایات سے تجاوز کر کے اپنے استدلالوں اور اپنی مرضی و پسند سے ان چیزوں کا اضافہ کس حق کی بناء پر کر لیا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ زیارت قبور کے متعلق ان ہدایات پر اور اصحاب قبور کے متعلق اس نقطہ نظر پر جو حدیث اور قرآن سے متضاد ہوتا ہے اکتفا نہ کیا جائے اور کچھ مزید عقیدے اور مزید طرز عمل اپنی طرف سے ایجاد کئے جائیں۔ پھر جبکہ صدیوں کے علمی اور اعتقادی انحطاط کی بدولت قبور اور اصحاب قبور کے متعلق عام طور پر مسلمانوں کے اندر ایسی صریح اعتقادی اور عملی گمراہیاں پھیل چکی ہیں۔ جو شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اور جن کا مشاہدہ آج ہر مشہور بہ ولایت بزرگ کی قبر پر ہو رہا ہے۔

ان کو دیکھتے ہوئے کہ کسی تابع احکام خدا اور رسولؐ کا یہی کام ہے کہ ان خرابیوں کو روکنے کی بجائے وہ خود ان مقامات پر جائے۔ جہاں یہہ مشرکانہ حرکات ہو رہی ہیں اور بلا نکیر ان حرکات کو دیکھتا رہے اور خود اپنی شرکت سے لوگوں کے لئے ان حرکات پر جمے رہنے کا ایک سبب فراہم کرے۔

پھر حیات شہداء و اولیاء کا مطلب کیا یہہ لیا جاتا ہے کہ اس کے معنے بالکل ویسی ہی حیات کے ہیں جیسی ہماری آپ کی مادی و جسمانی زندگی ہے۔ کیا ان لوگوں کی شہادت یا وفات کے بعد ان کا ورثہ تقسیم نہیں ہوا اور ان کی بیواؤں کے عقد ثانی نہیں ہوئے؟ اس پہلو پر غور کرنے سے یہہ بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وہ حیات بعینہ اس معنی میں نہیں ہے۔ دراصل اس حیات سے مراد حیاتِ برزخی ہے۔ اور یہہ حیات باختلاف مدارج۔ انبیاء، شہداء، صلحاء، کفار، فجار سب کیلئے ہے۔ بلاشبہ عالم برزخ میں ان کے مدارج ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر بہ حیثیت مجموعی قرآن اور حدیث اس حیات پر ناطق ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن اور حدیث سے اس حیات پر استدلال کرتا ہے وہ اس معاملے میں بھی قرآن و حدیث ہی سے کیوں نہیں ہدایت مانگتا کہ ان برزخی حیات رکھنے والوں کے ساتھ ہم دنیوی حیات رکھنے والوں کے تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ اور اس تعلق کی عملی صورت کیا ہونی چاہئے۔ یہہ عجیب بات ہے کہ نفس حیات پر استدلال کرنے کی حد تک تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے بعد کے تمام معاملات خود اپنے نفس اور اسکی خواہشات اور اپنے منطقی استدلال سے طے کئے جائیں۔ جس خدا نے اور جس رسولؐ نے اس حیات کی خبر دی ہے۔ اس سے کیوں نہیں پوچھتے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہم کیا برتاؤ کریں اور یہہ ہمارے کس کام آسکتے ہیں۔ اور کس کام نہیں آسکتے؟

مولوی صاحب اصحاب قبور کے سلسلے میں اپنے جس عقیدے کی تشریح کی ہے وہ بجائے خود شرک نہیں ہے لیکن اولاً وہ بدعت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ثانیاً وہ ہدایت خداوندی سے آزادی اور خود رائی ہے اور غلط رواجوں کی تقلید ہے اور ثالثاً اس اعتبار سے گناہ عظیم ہے کہ جن مقامات پر کثیر التعداد جہلا مشرکانہ اعمال کرتے ہیں وہاں جانا اور ان لوگوں میں اپنے آپ کو شامل کرنا اور ان مشرکانہ اعمال کو نہ روکنا سب حرام ہے؟

۱۰۔ نظم جمیعت کے معاملہ میں میں متردد ہوں کہ آیا اس کو فوجی ملازمت قرار دیا جائے یا ان ملازمتوں میں شمار کیا جائے جن سے علٰحدہ ہوئے بغیر کوئی شخص جماعت میں نہیں آسکتا۔ آپ لوگ مقامی طور پر نظم جمیعت کی صحیح پوزیشن سمجھنے کی کوشش کیجئے اور رائے قائم کیجئے۔ جہاں تک مجھے حیدر آباد اور اورنگ آباد کے قیام کے زمانے میں اندازہ ہوا ہے نظم جمیعت کو ریاست نے بیشتر بے ضابطہ نظام کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ اور اخلاقی حیثیت سے اس (Force) کی حالت پولیس اور فوج سے بھی گئی گذری ہے لیکن یہ میرے وہ اندازے ہیں جو میں دور سے دیکھ کر قائم کئے تھے۔ ان پر کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

اگر یہ حضرات اصلاح ہیں اور ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ حیدر آباد کے دیسی عربوں کی اصلاح کے لئے یہ اچھا کام کرسکیں گے۔ تو ان میں سے جن لوگوں کو جماعت میں لیا جاسکتا ہے لے لیا جائے اور جن لوگوں کی شرکت میں دستور کے اعتبار سے کوئی رکاوٹ ہو ان سے کہہ دیا جائے کہ جب تک وہ اس رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب ہوں اس وقت تک جماعت میں

شرکت کئے بغیر جماعت کے کارکنوں سے تعاون کریں اور قریبی تعلق رکھیں۔

۷) ٹائیٹل جیسے سادہ ہمارے ہاں ہیں ویسے ہی طبع کرائے۔ میں نے نقی علی صاحب کو لکھ دیا ہے کہ ہماری مطبوعات کے لئے کسی قسم کا آرٹسٹک ڈیزائن موزوں نہیں ہے۔

۸) میں نے اپنے مضامین کے لئے کسی کے واسطے بھی یہ قید نہیں رکھی ہے کہ شائع نہ کرے البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تحریف نہ کریں، غلط شائع نہ کریں اور بدنما طریقہ سے شائع نہ کریں۔

۹) جو لوگ ہماری جماعت میں شامل ہیں ان کو چاہئے کہ دوسری جماعتوں سے الگ ہو جائیں۔ دوسری جماعتوں کے ساتھ نیک کاموں میں مقامی امیر کی اجازت سے تعاون تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے نظام میں مستقل شرکت جائز نہیں۔

۱۰) تبلیغی جدوجہد کے سلسلے میں حتی الامکان بحث اور مناظرے سے بالکل پرہیز کرنا چاہئے۔ اپنے جماعتی لٹریچر کے سوائے اگر کوئی چیز پڑھنا لوگوں کے لئے تبلیغ کے کام میں مفید ہو سکتا ہے تو وہ قرآن اور اس کی تفسیروں کا مطالعہ حدیث کا مطالعہ یا سیرتِ نبویؐ اور سیرتِ صحابہؓ کا مطالعہ ہے۔ باقی چیزیں اگر کوئی دیکھنا ہی چاہے تو قادیانیوں کے لئے الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" شیعوں کے لئے تحفہ اثنا عشریہ اور اہلِ بدعت کے لئے شاہ ولی اللہؒ صاحب اور علامہ ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔

(۱۱) اجتماع میں حدیث و قرآن کا جو درس دیا جاتا ہے اس کی بہتر صورت یہہ ہو سکتی ہے کہ ایک ہفتہ تک مختلف ارکان قرآن مجید کے دو تین یا چار رکوع مختلف تفسیروں کی مدد سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور ضروری (NOTES) لے لیں۔ اور تفسیروں میں حقانی۔ احسن التفاسیر۔ مواہب الرحمٰن بیان القرآن۔ اور مولانا آزاد کی ترجمان القرآن اور عربی تفسیروں میں ابن کثیر۔ کشاف اور بیضاوی حدیث کے لئے اگر مشکوٰۃ آپ لوگوں نے شروع کر رکھی ہے تو ساتھ مظاہر الحق (اردو شرح) اور تعلیق تصبیح (عربی شرح) سے مدد لینی چاہیئے۔ اور جہاں مشکلات پیش آئیں ان کو نوٹ کر کے مقامی علماء سے حل کرائے حتی الامکان خیالات کی بلند پروازی سے حدیث اور قرآن میں معنی نکالنے کی کوشش نہ کی جائے۔

بنام محمد یونس صاحب
اورسیر
حیدرآباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۲۰)

مورخہ ۱۲ فروری ۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا کارڈ ملا۔ اس سے پہلے آپ کی ارسال کردہ روداد بھی مل چکی تھی۔ جو کتابیں آپ نے طلب فرمائی ہیں ان میں سے جو موجود ہیں وہ بھیجی جا رہی ہیں۔ کاغذ نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کا اسٹاک ختم ہو رہا ہے اور جماعت کے بک ڈپو کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں نے رسالے کے لئے تو سرپور پیپر مل سے دو سو ریم طلب کر لئے ہیں۔ اور انشاء اللہ ڈیڑھ سال تک اس کاغذ سے رسالہ زندہ رہے گا۔ مگر اب جماعت کے لٹریچر کی طباعت کا سوال درپیش ہے۔ اس کے لئے پہلے تو میرا خیال یہ تھا کہ آپ لوگ حیدرآباد میں کاغذ کا ذخیرہ فراہم کریں اور وقتاً فوقتاً یہاں بھیجتے رہیں لیکن اب ایک دوسری تجویز ذہن میں آئی ہے اور وہ یہ کہ کاغذ یہاں منگوانے کے بجائے میں کتابوں کی کاپیاں لکھوا کر آپ کے پاس بھیجتا رہوں اور آپ وہیں اعظم اسٹیم پریس میں کتابیں چھپوا کر مجھے بھجواتے رہیں۔ مولوی غلام محمود قریشی صاحب کو میں نے آج ہی لکھا ہے کہ وہ لائق علی خاں صاحب سے ۳ سو ریم کاغذ لینے کا انتظام کریں اور ہماری حیدرآباد کی جماعت جس کتاب کے لئے جتنا کاغذ طلب کرے وہ اس ذخیرہ میں سے دیتے رہیں میں جس کتاب کی کاپیاں آپ کو بھیجونگا اسکے کاغذ کا حساب کر کے اسکی قیمت

ساتھ ہی بھیجونگا اور اس کے علاوہ پریس کا بل نیز کتابیں روانہ کرنے کے اخراجات بھی یہاں سے بھیج دونگا۔ آپ براہ کرم مقامی جماعت کا اجتماع کر کے یہ تحقیق کریں کہ آیا حیدرآباد کی جماعت مستعدی کے ساتھ اس کام کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے؟

نیز اعظم اسٹیم پریس والوں سے مل کر طے کریں کہ وہ ہمیں کتابیں بروقت چھاپ کر ریلوے کے ذریعہ بھیجنے کا انتظام کر دیں۔ اگرچہ اس صورت میں آپ لوگوں پر کام کا بار زیادہ بڑھ جائے گا۔ لیکن کاغذ کے بجائے مطبوعہ کتابیں وہاں سے منگوانے میں ہم کو بہت زیادہ سہولت ہو جائیگی۔

آپ اس کا جواب جلد ہی دیں تاکہ جن کتابوں کی کتابت یہاں مکمل ہو چکی ہے ان کی کاپیاں میں آپ کو بھیج دوں اور کام شروع ہو جائے۔

عبدالباسط صاحب سے مل کر دریافت کیجئے کہ رسالہ اور کتابوں کے سرورق کے لئے ۲۶ × ۲۰ سائز کا کوئی رنگین اور دبیز کاغذ وہ فراہم کر سکتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے مجھے ٹائیٹل کے لئے کاغذ کا جو نمونہ بھیجا تھا وہ ۲۷ × ۱۷ سائز کا Lea-gar paper تھا جو ہمارے کام نہیں آسکتا۔ ہم کو ۲۶ × ۲۰ سائز ٹائیٹل درکار ہے۔ اگر وہ فراہم نہ کر سکیں تو پھر فدا علی صاحب پیپر مرچنٹ سے پوچھئے کہ آیا وہ کوئی کاغذ ٹائیٹل کے لئے فراہم کر سکتے ہیں۔

میری تصویر کے متعلق صدق میں جو غلط فہمی شائع کی گئی ہے اس کا جواب مسلمان میں میری طرف سے شائع ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کی نظر

سے گذرا ہوگا۔ میرے نزدیک تصویر شرعاً ناجائز ہے اور جب سے مجھے اس مسئلہ میں پوری تشفی حاصل ہوئی ہے میں نے کبھی تصویر نہیں کھچوائی لیکن اگر کوئی میری مرضی کے بغیر بطور خود کھینچ لے تو میرے پاس اس کو روکنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ڈاکٹری دواؤں میں الکحل استعمال کیا جاتا ہے جو ناجائز چیز ہے لیکن موجودہ حالات میں ان دواؤں سے پرہیز مشکل ہوگیا ہے۔ جب تک یہ فن خدا ترس لوگوں کے ہاتھ میں نہ آجائے اور وہ دوا سازی میں خود مہارت حاصل کر کے الکحل کے بغیر کسی دوسری چیز سے دوائیں تیار کرنے کا انتظام نہ کریں۔ یہ مشکل رفع نہیں ہو سکتی۔

حیدرآباد کی جماعت میں جو سستی پیدا ہوگئی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کوئی آزاد پیشہ تجربہ کار و مستعد آدمی ابھی تک وہاں کی جماعت کی قیادت کے لئے میسر نہیں آیا ہے۔ نوجوان طالب علم اچھے کارکن تو بن سکتے ہیں لیکن قیادت کی ذمہ داریاں سنبھالنا ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس طرح سرکاری ملازم عقب میں رہکر اچھے مددگار اور معاون تو بن سکتے ہیں لیکن سامنے آکر ذمہ دارانہ قیادت کرنا ان کے لئے مشکل ہے۔ حیدرآباد کے لئے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہاں جتنے اچھی اچھی قابلیت کے مسلمان ہیں وہ سب یا تو سرکاری ملازم ہیں یا حکومت کے متوسل۔ آزاد پیشہ رکھنے والے اہل دماغ ہندوؤں میں تو موجود ہیں مگر مسلمانوں میں نہیں۔ اسی وجہ سے ایسی کوئی تحریک وہاں نہیں پنپ سکتی ہے جو

حکومت اور بادشاہ کی نیازمندی سے نہ صرف آزاد بلکہ منحرف ہو۔ سردست وہاں جو کچھ کیا جاسکتا ہے وہ یہہ ہے کہ لٹریچر کثرت سے پھیلایا جائے اور جو لوگ جماعت میں شریک ہوں وہ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ پاک رکھ کر خیالات کی تبلیغ کرتے رہیں۔ اگر خدا کا فضل شامل حال رہے تو یقیناً انھیں لوگوں میں سے جو لٹریچر پڑھیں گے کوئی اللہ کا بندہ ایسا اُٹھ کھڑا ہوگا جو اللہ کے بھروسہ پر اپنی دنیا کو بگاڑنے اور اللہ کا کام کرنے کے لئے آمادہ ہوجائے گا۔ ایک اعلیٰ درجہ کے دل و دماغ کے بغیر کس جگہ بھی کسی تحریک کی رہنمائی ظاہر ہے کہ نہیں ہوسکتی اور ایسے لوگ تلاش کرنے سے نہیں ملتے محض فضل الٰہی سے ملتے ہیں۔

بنام محمد یونس اور سیر — خاکسار

حیدرآباد — ابوالاعلیٰ

(۲۱)

مورخہ ۲۵ فروری ۴۳ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ

مفصل رپورٹ کے ساتھ آپ کا عنایت نامہ ملا مختصراً دریافت کردہ امور کا جواب حسب ذیل ہے۔

۱) کسی شخص کو جو ہم سے ہمدردی رکھتا ہو۔ مگر ہمارے اصول و ضوابط کے تحت نظام جماعت میں نہ لیا جاسکتا ہو۔ جماعت کا رکن بنانے سے انکار کرنے کے معنے یہہ نہیں ہیں کہ ہم اسے دور پھینک رہے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہر بندے کو اپنے سے قریب لانا چاہتے ہیں۔

البتہ اسے اپنے ساتھ اس کام میں شریک کرنے سے انکار صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ یکسو ہو کر جب تک نہ آئے ہمارے مقصد کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں خود جماعت کے ارکان اور ذمہ دار کارکنوں کو بھی اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ان کے طرز عمل یا انداز گفتگو سے اس چیز کی بو تک نہ آئے کہ وہ لوگوں کو اپنے سے دور پھینک رہے ہیں۔ جو شخص ہمارے عقیدہ اور طریق کار سے جتنی بھی ہمدردی رکھے بسا غنیمت ہے۔ بلکہ اگر مخالف نہ ہو تو یہہ بھی کچھ کم غنیمت نہیں ہے۔ ہمدردی رکھنے والوں کو ان کے مخصوص حالات کی وجہ سے نظام جماعت میں لینے سے انکار کرتے ہوئے یہہ صاف بتا دینا چاہئے کہ فلاں وجوہ سے ہم آپ کو جماعت کے اندر تو نہیں لے سکتے۔ لیکن آپ جب تک جماعت میں داخل ہونے کے شرائط پوری نہ کر سکیں اس وقت تک آپ بیرونی ہمدرد کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہیں۔ اپنی شخصی زندگی کو زیادہ سے زیادہ دین کے مطابق بنائیے۔ اپنے خاندان کی اپنے ماحول کی اصلاح کیجئے۔ لوگوں کے اندر جہاں تک ممکن ہو وہ خیالات پھیلائیے جن کی اشاعت ہماری جماعت کر رہی ہے۔ اور اس نصب العین کے لئے لوگوں کو تیار کرنے میں جتنی مدد آپ ہم کو دے سکتے ہوں۔ دیجئے۔ یہہ سب کام آپ جماعت میں داخل ہوئے بغیر بھی کر سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ کسی ایسے صاحب کو جو خلاف قاعدہ جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ یعنی جماعت سے خارج کرتے ہوئے بھی ان امور کا لحاظ رکھا جائے جو یہاں بیان کئے گئے ہیں۔

۲) خاکسار تحریک یا دوسری جو تحریکیں مسلمانوں میں چل رہی ہیں ان میں کام کرنے والے لوگوں کو بالعموم یہہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کی اپنی تحریک کا مزاج اور اس کی نفسیاتی و اخلاقی بنیادیں اور اس کے اساسی نظریات کیا ہیں۔ اور اسی وجہہ سے بالعموم ایک تحریک کے کارکنوں کو خود یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کی تحریک اور دوسری تحریکات میں جوہری فرق کیا ہے۔ جب کوئی چیز ان کے سامنے ایسی آتی ہے جس پر وہ اسلامیت کی کچھ علامات نمایاں دیکھتے ہیں اور کچھ الفاظ اپنے اور اس کے درمیان مشترک پاتے ہیں تو بے تکلف کہدیتے ہیں کہ ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ اور یہی کر رہے ہیں۔ اور یہہ کہ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ دراصل یہہ سب انتشار ذہنی کے نتائج ہیں۔ اور بیشتر تحریکوں کی ناکامی کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ ان کے اکثر کارکن خود اپنی تحریک کے اساسیات کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ ہم اس چیز سے بچنے میں سخت محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس امر کی سخت کوشش کرنی ہے کہ جتنے لوگ بھی ہماری جماعت میں آئیں وہ پوری طرح یکسو ہو کر اور اپنے ذہن میں بالکل صاف ہو کر آئیں۔ انہیں واضح طور پر معلوم ہو کہ جس تحریک میں وہ شریک ہو رہے ہیں اس میں اور دنیا کی دوسری تحریکوں میں مزاجی اور اصولی فرق کیا ہے۔ اور ان کا راستہ کس طرح دوسروں کے راستہ سے ممیز ہے جو لوگ ایک تحریک میں رہتے ہوئے دوسری تحریک میں کام کرنا چاہتے ہیں وہ نہ ہمارے لئے

مفید ہیں۔ نہ خود اس تحریک کے لئے جس میں وہ پہلے شریک تھے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں خود اپنا راستہ ہی واضح نہیں ہے۔

۳) ہم نے اپنے دستور کی دفعہ ۵ ضمن (د) میں ادارہ کا لفظ بیشک اس معنی میں استعمال کیا ہے جو سوال میں درج ہے۔ مگر اس کی اسپرٹ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ حکومتی یا تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے حضرات میں سے صرف ان لوگوں کو ہم اپنی جماعت کے ابتدائی طبقات میں لے سکتے ہیں جو ذہنی طور پر ان اداروں سے کوئی ہمدردی کوئی قلبی تعلق۔ کوئی فکری اتحاد نہیں رکھتے۔ دل اور دماغ دونوں کے اعتبار سے جو ہمارے ساتھ ہوں۔ اور صرف اپنی مجبوریوں یا ضرورتوں کی وجہ سے بادل ناخواستہ ان اداروں سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن جو ادارے کسی تحریک کو چلا رہے ہیں ان کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ ان سے لوگوں کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی نہیں ہے۔ کوئی مجبوری ایسی نہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ وابستہ ہوں۔ بلکہ ذہنی و قلبی تعلق ہی کی وجہ سے لوگ ان اداروں میں شریک ہوتے ہیں۔ لہذا جو لوگ ایسے کسی ادارے سے ربط رکھتے ہیں انہیں ہم اپنے نظام جماعت میں نہیں لے سکتے۔

۴) ہماری جماعت کے لوگ سیوک گارڈس (رضاکار) یا اس قسم کے کسی دوسرے نظام میں شریک نہیں ہو سکتے۔ البتہ بطور خود فرسٹ ایڈ اور تحفظ جان و مال کے طریقے سیکھ سکتے ہیں تاکہ کسی عام

مصیبت کے وقت وہ اپنی اور دوسرے بندگان خدا کی حفاظت وخدمت کر سکیں۔ ایسے کسی موقع پر ہم بحیثیت ایک جماعت کے دوسرے نظامات کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔

مگر ہمارے ارکان دوسرے نظامات میں اپنے آپ کو ضم کر کے تعاون نہیں کر سکتے۔ اس طرح دینی کاموں میں خدمت خلق کے دوسرے کاموں میں بھی ہمارے ارکان اپنی مستقل جماعتی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے صرف اس حد تک شریک ہو سکتے ہیں جس حد تک کام صرف دینی ہو یا فلاح عمومی سے تعلق رکھتا ہو۔

نوٹ۔ حساب کے متعلق جو امور آپ نے تحریر کئے ہیں ان کا جواب منیجر صاحب آپ کو دیں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

نوٹ۔ نیز کسی ایسے صاحب کو جو خلاف قاعدہ جماعت میں شامل ہو گئے ہیں، بعد میں جماعت سے خارج کرتے ہوئے بھی ان امور کا لحاظ رکھا جائے جو یہاں بیان کئے گئے ہیں۔

بنام محمد یونس
حیدرآباد دکن

(۲۲)

مورخہ ۹ شعبان ۶۳ھ

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ برکاتہٗ

عنایت نامہ ملا۔ مولانا نے آپ کے سوالات کے حسب ذیل جوابات لکھوائے ہیں۔

۱۔ نیاز جو دیجاتی ہے اسکی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک وہ نیاز جو آدمی اپنے مرے ہوئے عزیزوں پر دیتا ہے۔ دوسری وہ نیاز جو پیغمبروں یا ولیوں کے نام دیجاتی ہے۔ ان میں سے پہلی نیاز تو محض ایصال ثواب کی نوعیت رکھتی ہے اور اسکے بارے میں تحقیق طلب امر یہ سوال ہے کہ آیا ثواب ایک شخص کی طرف سے دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یعنی ایک شخص ایک نیک عمل کرکے کہے کہ اسپر جو ثواب مجھے ملنا تھا وہ فلاں شخص کی روح کو پہنچ جائے تو آیا فی الواقع وہ منتقل ہوگا یا نہیں۔ میری تحقیق یہہ ہے کہ ثواب کوئی (transferable) چیز نہیں ہے۔ جس طرح ایصال عذاب ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص چوری کرے اور دعا مانگے کہ اسکا عذاب میرے بجائے فلاں شخص کو ملے۔ تو سزا فی الواقع اسکی طرف منتقل نہ ہوگی۔ اسطرح ایک شخص اپنی نیکی پر جس اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ بھی محض اسکے دعا مانگ دینے پر دوسرے کی طرف منتقل نہ ہوگا۔

رہی وہ نیاز جو اولیاء اور انبیاء کے نام دی جاتی ہے۔ وہ دراصل محض ایصال ثواب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت تحفہ یا (offering) کی ہے۔ اور نیاز دینے والا اس بناء پر نیاز دیتا ہے کہ اس طرح ان بزرگوں کی جناب میں اسے رسائی حاصل ہوگی اور ان کی نظر عنایت

تقاضہ یہہ ہے کہ اگر B.E. کی شرکت سے O.T.C. میں شریک ہونے پر اور O.T.C. میں شریک ہونا حلف لینے پر منحصر ہے تو سرے سے B.E. میں شریک ہونے سے ہی انکار کر دیا جائے۔ اگرچہ دوسرا راستہ اور بھی ہے۔ یعنی کفارہ دیکر اس حلف کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا لیکن کفارہ صرف ان قسموں کے لئے ہے جو شخصی اعمال کی حد تک ہوں۔ لیکن جن قسموں کے ذریعہ سے آدمی دوسرے لوگوں کے ساتھہ کوئی عہد کرتا ہے ان کا UNILATERAL REPUDIATION بذریعہ کفارہ کرنا درست نہیں۔

خاکسار

بنام زین العابدین صاحب
حیدرآباد

بالفاظ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی
بقلم طفیل محمد

—— ۲۳ ——

مورخہ ۲ مئی ۴۲ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم

۱۔ سردست جو کچھ پیش نظر ہے وہ صرف یہہ ہے کہ ارکان جماعت کو جو غیر محفوظ علاقوں میں منتشر ہیں محفوظ مقامات پر سمیٹ لیا جائے تاکہ وہ اس ہنگامہ میں ہلاک نہ ہو جائیں۔ اصطلاحی "ہجرت" ابھی پیش نظر نہیں ہے۔ نیز حقیقت میں جماعت کو ابھی تک کوئی مرکز بھی میسر نہیں آیا ہے۔ جہاں اجتماعی طور پر ہم اپنے مقاصد کے لئے کوئی تعمیری کام کر سکیں اس لئے آپ فی الحال ہجرت کا ارادہ نہ کریں۔ غالباً آپ

جس مقام پر ہیں۔ وہ محفوظ ہی رہے گا۔ کم از کم ابھی تک فریقین جنگ نے تاریخی یادگاروں کو حملہ کا نشانہ نہیں بنایا ہے۔ اس لئے نہ صرف آپ خود وہاں رہیں بلکہ اگر دیگر ارکان جماعت کو بھی غیر محفوظ مقامات سے وہاں منتقل ہونے میں کوئی سہولت ہو تو انہیں سمٹنے کی کوشش کریں۔

۲۔ تبلیغ کے سلسلہ میں آپ جو کام جس طرح کر رہے ہیں بالکل ٹھیک ہے۔ البتہ میری رائے میں یہہ مناسب ہوگا کہ آپ مرہٹی زبان سیکھ لیں۔ عام بول چال کی مرہٹی بھی اور علمی و ادبی مرہٹی بھی۔ اس سے فائدہ یہہ ہوگا کہ آپ کی تبلیغ مسلمانوں تک محدود نہ رہے گی۔ بلکہ آپ غیر مسلم پبلک میں بھی کام کر سکیں گے۔ نیز اس سے یہہ بھی فائدہ ہوگا کہ آگے چلکر آپ ہمارے لٹریچر کو مرہٹی میں منتقل کر سکیں گے۔

۳۔ لٹریچر کے سلسلہ میں ہماری مطبوعات کی جن چیزوں کو آپ وہاں کی پبلک کے لئے مفید سمجھیں وہ یہاں سے منگالیں۔ اس کے علاوہ مکتبہ جامعہ دہلی۔ دار المصنفین اور الناظر بک ایجنسی کی فہرستیں منگوا لیجئے۔ اور ان میں سے مقامی حالات کا لحاظ کر کے کتابیں انتخاب کر لیجئے۔

۴۔ "تفہیم القرآن" لکھی ہوئی تیار نہیں ہے۔ بلکہ ہر مہینہ لکھتا جا رہا ہوں اور رسالہ میں شائع کرتا جاتا ہوں۔ آپ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو اس طرح کریں کہ ایک مہینہ میں جتنا حصہ ترجمان میں آئے۔ اس کو مہینہ بھر تک اصل عبارت قرآنی اور مختلف ترجموں اور تفسیروں کے ساتھ (جو آپ فراہم کر سکتے ہوں) ملا کر دیکھتے رہیں۔

یہاں تک کہ تمام مطالب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ پھر بعد کے مہینہ میں جو حصہ آئے اس سابق مہینہ کی قسط کے ساتھ ملا کر پڑھیں تاکہ تسلسل مضمون بھی ذہن نشین ہوتا رہے۔

۵۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے ایمان کی آزمائش کا وقت قریب آگیا ہے۔ ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ کسی دھمکی اور کسی تخویف سے نہ ڈریں۔ اور جس طرح اب تک تبلیغ و تلقین کرتے رہے ہیں کئے جائیں۔ اگر اس کی پاداش میں وہ ملازمت سے برطرف کر دیں تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس برطرفی کو قبول کیجئے۔ خود استعفیٰ نہ دیجئے بلکہ انھیں کو برطرف کرنے دیجئے) اور اس کے بعد وہیں رہکر اپنا کام جاری رکھئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے وہیں معاش کا بندوبست کر دے گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام نور احمد فاروقی

اجنٹہ

---

(۲۴)

مورخہ ۷ جون ۴۲ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

عنایت نامہ مورخہ ۸ جمادی الاول کو ملا۔ آپ اگر عوام کو قرآن کی تعلیم دینا چاہیں تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تفہیم القرآن۔ ترجمان القرآن (مولانا آزاد) اور دو تین دوسرے تراجم اور مختلف تفسیرات کو پڑھکر پہلے

خود مطالب ذہن نشین کریں۔ اور حافظہ کی مدد کے لئے ضروری نکات نوٹ کرلیا کریں۔ پھر اپنی زبان میں لوگوں کو سمجھائیں۔ تعلیم دیتے وقت مخاطبین سے موقع موقع یہہ پوچھ لیا کریں کہ وہ بات کو سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ نیز لوگوں کی ہمت افزائی کیجئے کہ دوران درس میں وہ بے تکلف آپ سے ہر وہ بات خود دریافت کریں۔ جو ان کی سمجھ میں نہ آئے۔ ابتداءً درس میں شریک ہونے والے لوگ سوال کرتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ مگر جب ان کی ہمت افزائی کی جائے تو رفتہ رفتہ ان میں پوچھنے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔

آپ کے بھائی کی تعلیم کا انتظام اب میں خود کر سکتا ہوں۔ انشاء اللہ اس مہینہ میں لاہور چھوڑ دونگا اور پٹھان کوٹ کے قریب ایک گاؤں۔ جمال پور میں عارضی طور پر جماعت کا مرکز بناؤں گا۔ جو ممکن ہے کہ آگے جاکر مستقل مرکز بھی بن جائے۔ وہاں توفیق الٰہی کے بھروسہ پر ایک درسگاہ و تربیت گاہ بھی قائم کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ ماہ جولائی کے آخر تک اپنے بھائی کو وہاں روانہ کردیں یا خود لیکر آجائیں۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

بنام نور احمد نارونی

اجلفہ

(۲۵)

مورخہ ۲۳ نومبر ۴۲ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم رحمۃ اللہ

خط ملا آپ کی علالت کی خبر پڑھکر تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت عطا کرے۔

تبلیغ کا کام کرنے والوں کی پہلی صفت صبر ہونی چاہئے۔ کسان کی طرح ایک عرصہ تک زمین کو کھودنا ہوتا ہے۔ پھر اسے جھاڑ جھنکار سے صاف کیا جاتا ہے۔ پھر آبپاشی ہوتی ہے۔ پھر بیج ڈالا جاتا ہے۔ تب کہیں جاکر ننھے ننھے پودے اگتے ہیں۔ اور پھر ایک مدت کی نگہداشت اور خدمت کے بعد وہ کسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ یہ کام کتنا صبر چاہتا ہے۔ اگر پہلے دن ہل چلاتے ہی کسان یہ سوچنے لگے کہ مجھے آج ہی فصل کیوں نہیں حاصل ہوئی حالانکہ میں ہل چلاتا رہا ہوں تو اس کی ہمت جواب دے جائیگی۔

ہمیں جو زمین کاشت کے لئے ملی ہے اس میں برسوں سے ہل نہیں چلایا گیا ایک چٹیل میدان ہے۔ جس میں جا بجا دوب۔ سرکنڈا۔ اور کانٹے دار جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔ اس سے فصل حاصل کرنے کے لئے تو طویل محنت کی ضرورت ہے۔ کام کئے جائے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دے۔

دہ بھنگہ کے اجتماع کی روئداد۔ ترجمان القرآن اور "مسلمان" میں شائع ہو جائے گی۔ بحمد اللہ کہ میں اور میرے اہل و عیال بیماریوں کے

پیہم حملون کے بعد اب بخیر ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام نور احمد فاروقی

اجنٹہ

(۲۶)

مورخہ یکم ستمبر ۴۳ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا۔

آپ جن دقتون سے گذر رہے ہیں۔ یہہ دقتیں ہر کام کی ابتدا میں پیش آتی ہیں اور ان کا سامنا کرنا ناگزیر ہے۔ ابھی ہم نے کام شروع کیا ہے۔ اس ماحول میں کوئی چیز ہماری منشاء کے مطابق نہیں ہے۔ ذرائع اور وسائل فراہم نہیں ہوئے۔ دماغوں کو تعاون کے ساتھ کام کرنے کی عادت نہیں ہوئی۔ جن جن چیزوں کی لٹریچر اور دوسرے اصلاحی و تعمیری کامون کے سلسلے میں ضرورت ہے ان کا صرف (۱۵۱A) پیدا ہوا ہے۔ ان کی طرف عملی اقدام کچھ بھی نہیں ہو سکا ہے۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں میں آپ کو کیا مشورہ دون کہ تعلیم کے لئے کیا کیا جائے۔ بچوں کو اسلامی زندگی کا نقشہ سمجھانے کے لئے کیا کیا چیزیں مطالعہ کو دیجائیں۔ عورتون اور لڑکون کی تعلیمی ضروریات کو کس طرح پورا کیا جائے۔ اگر ایسی چیزیں پہلے سے موجود ہوتیں تو ہمیں یہہ مصیبت پیش کیوں آتی۔ فی الحال اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ جو کچھ آپ اپنے جماعتی لٹریچر

کی مدد سے کر سکتے ہیں، وہ کرتے رہئے۔ اور باقی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اردو میں جو لٹریچر مل سکتا ہے۔ اسپر نگاہ ڈالئے اور جہاں کوئی چیز اپنے مسلک اور نصب العین سے قریب تر نظر آئے اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اپنے بھائی کی تعلیم کے سلسلے میں اگر آپ ہمارے تعلیمی نظام کے آغاز تک صبر نہ کر سکیں تو دوسری صورت یہہ ہے کہ کسی مدرسہ میں داخل کرا دیجئے۔ اور کوشش کرتے رہئے اور ایسی چیزیں اُن کے دل میں ڈالتے رہئے اور ایسی چیزوں کا مطالعہ کرتے رہئے جو موجودہ تعلیم کے نقصان کی تلافی کسی حد تک کر سکیں۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام نور احمد فاروقی
اجنٹہ

(۲۷)

۴ر جون ۴۳ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اصلاح نفس اور متعلقین کی اصلاح کے سلسلہ میں تفصیل کے ساتھہ میں ترجمان القرآن میں لکھنے والا ہوں اس کا سلسلہ عنقریب شروع ہو جائے گا۔ سردست آپ اتنا کیجئے کہ فرض نماز تو مسجد میں ادا کیجئے۔ لیکن سنتیں اور نفل لازماً گھر میں پڑھا کیجئے۔

دوسرے قرآن مجید کی تلاوت معانی کے ساتھ بآواز بلند گھر میں پڑھا کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ چند روز کے اندر آپ کے کہنے اور زور دینے کے بغیر گھر کے سب بچے بڑے بلکہ نوکر تک آکر خود سننے بیٹھ جایا کریں گے۔ اور سنتے سنتے خود بخود طبیعتوں میں انقلاب شروع ہو جائے گا۔ نصیحت ہر وقت نہ کیجئے۔ اور سب باتوں کو بہ یک وقت نہ لیجئے۔ ایک ایک چیز موقعہ و محل کے لحاظ سے الگ الگ لیکر ذہن میں اتارنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ بہ نسبت بہت سی باتیں بہ یک وقت کر دینے کے۔ نیز حکم چلانے سے بہت کم کام لیجئے۔ سمجھائے اور نرمی کے ساتھ نصیحت کر کے چھوڑ دیجئے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کی خلاف ورزی پر حسب موقعہ ٹوک دینے کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ باقی تفصیلی ہدایات آپ کو رسالہ میں ملیں گی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ بقلم محمد اقبال حسین

بنام نور احمد فاروقی

اجنٹہ

(۲۸)

۱۲ر ڈسمبر ۱۹۴۳ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم رحمۃ اللہ۔

وحدت الوجود اور اس نوعیت کے سارے مسائل کی نوعیت

دراصل یہ ہے کہ آدمی ان امور کی حقیقت کا تفصیلی ادراک چاہتا ہے جو فی الحقیقت اس کی حد ادراک سے ماوراء ہیں اور ان سوالات کو حل کرنا چاہتا ہے جو اس کے دسترس سے دور ہیں ان حقیقتوں کے متعلق جتنی واقفیت کی فی الواقع انسان کو ضرورت ہے وہ اللہ نے اپنی کتاب میں خود بہم پہنچا دی لیکن آدمی اتنے علم پر قناعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جو اللہ نے عطا فرما دیا ہے بلکہ اس سے زاید کی کھوج لگانا چاہتا ہے۔ اور جب علم نہیں ملتا تو قیاس و استدلال سے اس علمی خلا کو پر کرتا ہے اور جب قیاس و استدلال سے بھی تسلی نہیں ہوتی تو مجاہدہ و ریاضت اور مراقبہ وغیرہ کی سیڑھیوں سے اوپر چڑھ کر اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ اس تفصیلی علم کی اگر فی الواقعہ ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے یہ علم عطا فرما دیتا کوئی ایسی چیز جو انسان کی ہدایت کے لئے ضروری تھی ایسی نہیں ہے جو قرآن میں صاف صاف بیان نہ کر دی گئی ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اس حدیث میں نسیان کے الفاظ توجہ طلب ہیں حضورؐ کے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کی تفصیلی کیفیت بیان نہیں فرمائی ان کی کھوج لگانے کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ حضرت حق نے کچھ ہدایت دینے میں بھول چوک ہو گئی تھی جس کی تلافی کرنے کے لئے آپ چلے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ۔
یعنی جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات
کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں
اللہ نے اہل زیغ قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان سے پرہیز کرو۔
حضورؐ نے ان سے حذر کرنے کا حکم اسی لئے دیا کہ ایسے لوگوں
کے ساتھ بحث و گفتگو کرتے کرتے آدمی خود بھی نادانستہ ایسی
متشابہات کی سراغ میں گم ہو جاتا ہے۔

آپ کی تشفی کے لئے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن کی ساری
تعلیم اس بنیاد پر مبنی ہے کہ اللہ خالق ہے اور ہم مخلوق، اللہ رب ہے اور
ہم مربوب، اللہ معبود ہے اور ہم عبد۔ مخلوق کا غیر خالق، مربوب کا غیر رب،
اور عبد کا غیر معبود ہونا امر بدیہی ہے اور ہر شخص گمراہ ہے جو اپنے قیاسات
و نظریات اور پیچ در پیچ استدلات سے خالق و مخلوق، رب اور
مربوب، اور عبد و معبود کی غیریت کو مشتبہ بناتا ہے۔ یہ سوال کہ
جب کچھ نہ تھا تو خلق ممکن کیوں ہوئی اور کن کا حکم کس چیز کو دیا گیا
اس کی کھوج لگانے پر ہم مامور نہیں ہیں اور جب اس کی تفصیل اللہ نے
نہیں بتائی تو ہمیں اس کا سراغ لگانے کی کوئی حاجت نہیں ہم صرف
اتنا ماننے اور تسلیم کرنے پر مکلف ہیں کہ خلق کو اللہ تعالیٰ عدم سے وجود
میں لایا یہ تحقیق کرنے پر ہم مکلف نہیں ہیں کہ کس طرح لایا۔ توحید صرف
یہ ہے کہ اللہ کو الٰہ واحد اور رب تسلیم کیا جائے اور الٰہیت و ربوبیت

میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھا جائے یہ چیز جسے حاصل ہوگی اُسے توحید مل گئی اس سے زیادہ کسی چیز کا جاننا اگر موحد و مومن ہونے کے لئے کسی کے نزدیک ضرورت ہے تو وہ اس ضرورت پر اپنی دلیل بیان کرے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام رفیع الدین قادری
حیدرآباد

(۲۹)

مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۴۲ء
مکرمی و محترمی السلام علیکم

.....

مجھے اب تک ریاست حیدرآباد کے لئے کوئی مناسب آدمی ایسا نہیں ملا جو وہاں نائب امیر بنایا جا سکتا ہو اور اس لئے وہاں جماعت کی تنظیم میں مشکلات محسوس کر رہا ہوں وہاں جتنے نمایاں لوگ ہیں وہ یا تو ملازم ہیں یا وظیفہ خوار یا حکومت کے متوسل کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو علیٰ درجہ کا مدبر بھی ہو اور پھر علم دین بھی رکھتا ہو اور ساتھ ہی لا تخاف فی اللہ لومۃ لائم اور لم یخشون الا اللہ کا مصداق ہو اور حیدرآباد کے خداوند کی بندگی میں بندھا ہوا نہ ہو۔ بہادر یار جنگ میں بعض خوبیاں ضرور ہیں مگر اول تو انکا ذہن ابھی تک صاف نہیں ہے۔ خلافت الٰہیہ کی آواز بھی بلند کرتے ہیں اور پھر بھی

خاکسار تحریک اور کبھی مسلم لیگ اور کبھی حیدرآبادی وغیر حیدرآبادی کے جھگڑوں میں بھی پھنستے ہیں دوسرے ابھی بادشاہ پرستی کا پھندا ان کے دل پر چاہے نہ ہو مگر ان کی گردن میں ضرور پڑا ہوا ہے حالانکہ اسلام کے نقطہ نظر سے مہاراج گان میسور و کشمیر وغیرہ کی فرمانروائی جتنی غلط ہے اتنی ہی خاندان آصفجاہی کی فرمانبرداری بھی غلط ہے۔ میں اسکو دیانت کے خلاف سمجھتا ہوں کہ ہم محض مسلمان قوم کے مفاد کی خاطر انگریزوں اور ہندوؤں کی غیر اسلامی حکومتوں کی تو مذمت کریں مگر نام نہاد مسلمان رئیسوں کی غیر اسلامی حکومتوں کی تعریف و توصیف اور حمایت کے لئے کھڑے ہو جائیں اس قسم کی جانبداریوں کے ساتھ ہم نے اسلام کی تبلیغ کی اور خلافت الہیہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو یقین جانئے کہ کوئی غیر مسلم ہمیں اپنی دعوت میں سچا ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ لہذا میں حیدرآباد میں کسی ایسے شخص کو جماعت کا ذمہ دار قائد بنانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ جو دل میں تو اس ریاست کو غیر اسلامی سمجھتا ہو مگر ظاہر میں نظام کی وفاداری کا دم بھرے۔ آپ خود اپنے کو بھی اس معاملہ میں بے لاگ بنائے اور جس قدر حیدرآبادی حضرات جماعت میں آئیں ان سب کو صاف متنبہ کر دیجئے حیدرآباد کے تعصب اور نظام کی وفاداری اور ریاست کی حمایت سے قطعی توبہ اور انکار کے بغیر وہ جماعت اسلامی میں نہیں آسکتے۔ ان کی زبان پر اب ملک و مالک کے الفاظ نہیں آنے چاہئے۔ وہ

"بندگان عالی" اور "حضرت اقدس و اعلیٰ" جیسے خطابات کو منہ سے نکالنا چھوڑیں اور ہر اس تحریک سے قطع تعلق کریں جس کا مقصد حیدرآباد میں مسلمان قوم کی یا مسلمان فرمانروا خاندان کی غیر اسلامی حکمران کی حمایت ہو۔

مجلس اتحاد المسلمین کے متعلق یہ غلط فہمی ہے کہ وہ ہم سے قریب تر ہے یا اس کے لیڈر اور کارکن ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ یہ مجلس حیدرآباد میں بالکل وہی حیثیت رکھتی ہے جو ہندوستان میں مسلم لیگ کی حیثیت ہے۔ یہ سب لوگ ایک منہ سے اسلام اسلام پکارتے ہیں اور دوسرے منہ سے مسلمان قوم کے ہر اس مفاد کی حمایت کرتے ہیں جو مفاد اسلام کی ضد واقع ہوا ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم یکسو ہو کر صرف اسلام کے مفاد کی خدمت کرو تو یہ مسلمانوں کے دنیوی مفاد کو اسلام کے مفاد پر ترجیح دینے میں تامل نہیں کرتے ایسے لوگوں کے ساتھ ہماری کس طرح نبھ سکتی ہے ہم ان سے تعاون یا اندرونی تعلق رکھیں گے تو ہماری تحریک کی اصل بنیاد ہی کمزور ہو جائے گی۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ مجملاً خلافت الٰہیہ کے نصب العین کی طرف جب آپ دعوت دیں گے تو کوئی مسلمان آپ سے اختلاف کی جرأت نہ کرے گا لیکن جب آپ واضح طور راہ خدا اور مسلمانوں کی دنیوی اغراض کے راستوں میں فرق کر کے

بتائیں گے اور پھر مسلمانوں سے کہیں گے کہ اپنی دنیوی اغراض کے راستوں کو چھوڑ کر خالص خدا کے راستہ کی طرف آؤ اور اسی راستہ میں اپنی مساعی کو محدود کرو تو ہزار میں ایک آدمی بھی آپ کا ساتھ دینے کے لئے بمشکل مل سکے گا اور ہمیں دراصل ایسے ہی آدمیوں کی ضرورت ہے جو حق اور باطل کا تفصیلی فرق معلوم کر کے ہمارا ساتھ دینے کے لئے آگے بڑھیں تفصیلی فرق بتائے بغیر محض خلافت الٰہیہ کے مجمل نصب العین کی طرف اگر آپ دعوت دینگے اور اس دعوت پر جماعتیں بنینگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طرف لوگ خلافت الٰہیہ، خلافت الٰہیہ بھی پکارینگے دوسری طرف نظام کی خلافت شیطانیہ کا دم بھی بھرتے رہیں گے اور ان بھانت بھانت کی بولیوں میں ہمارے نصب العین کی مٹی پلید ہو جائے گی۔

میرے اس خط کی نقل آپ ان سب لوگوں کو بھیجدیجئے جن کو آپ ریاست حیدرآباد میں جماعت کی طرف دعوت دی ہے اور ان سے صاف کہدیجئے کہ خوب سوچ سمجھ کر جماعت میں آپ کی جاہلیت کے خیالات لئے ہوئے کوئی شخص جماعت میں داخل نہ ہو۔

ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں جہاں جماعت اسلامی قائم ہو وہاں کے ارکان جماعت کو نہ صرف انجمنہائے اہل حدیث سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی بلکہ اہل حدیث، یا حنفی وغیرہ کے امتیازات کو بھی ختم کرنا ہوگا جو شخص دستور جماعت کو قبول کرے

خواہ وہ اہل حدیث ہو یا حنفی یا شافعی وہ جماعت اسلامی کا رکن ہے اگر خدانخواستہ کہیں ایسا ہوا کہ ہماری جماعت کے اندر بھی اہل حدیث اور حنفی وغیرہ کے امتیازی گروہ الگ الگ بن گئے اور وہی تعصبات اور نزاعات یہاں بھی باقی رہے تو جماعت اسلامی بنانے کا مدعیٰ ہی فوت ہو جائے گا۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ اہل حدیث، اہل حدیث نہ رہیں یا حنفی حنفی نہ رہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ مذاہب فقہیہ کے اختلافات کو ہر شخص اپنے ذاتی عمل تک محدود رکھے اسے تفرقہ فی الدین کا اور بالآخر تفرقہ فی الجماعت کا موجب نہ بننے دے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام عنایت اللہ الاثری
حیدرآبادی متعلم

(۳۰)

مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۲ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم

مجھے افسوس ہے کہ عنایت اللہ الاثری صاحب نے آپ کو میرے اس خط کی نقل بھیجی جو میں نے صرف ان لوگوں کے لئے لکھا تھا جو میری پالیسی سے متفق ہو کر میرے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں میرے اس خط کی غرض یہ نہ تھی کہ غیر متعلق لوگوں میں اسکو پھیلایا جائے اور وہ

اس پر فرداً فرداً میرے ساتھ بحث شروع کر دیں اس قسم کی بحثوں کے لئے نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ میں ان کا کوئی فائدہ دیکھتا ہوں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اگر آپ مسلم لیگ۔ یا اتحاد المسلمین کو برحق سمجھتے اور انہی طریقہ پر چلنے میں فلاح دیکھتے ہیں تو جائیے انہی کے ساتھ کام کیجئے میں ان کو اصولاً غلطی پر سمجھتا ہوں اور مجھے ان کے طریقہ پر کام کرنے میں کوئی فلاح نظر نہیں آتی اس لئے جو راستہ میں نے کتاب الٰہیہ اور سُنّت رسُول اللہؐ سے صحیح پایا ہے اسی پر چلنا چاہتا ہوں میں اپنے دلائل لکھ کر شائع کر چکا ہوں انھیں دیکھ کر جس کا قلب مطمئن ہو جائے کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے ٹھیک ہے اور جس طریقہ پر میں کام کرنا چاہتا ہوں درست ہے وہ میرے ساتھ آئیں اور جس کا قلب مطمئن نہ ہو وہ مجھ سے بحث کر کے اپنا اور میرا وقت ضائع کرنے کے بجائے اس کام میں اپنی قوتیں صرف کرے جس کے صحیح ہونے پر اس کا قلب مطمئن ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

اسد علی جوہر
نظام آباد

(۳۱)

مورخہ ۲۵ ڈسمبر ۴۷ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم

حیدرآباد کے قائدین کے لئے ایک ہمدردانہ مشورہ

حیدرآباد کے مسلمانوں سے دینی اخوت کی بناء پر میرا جو تعلق ہے۔ اگرچہ اس کا بھی یہہ تقاضہ ہے کہ میں اس نازک موقعہ پر انکو ایک خیر خواہانہ مشورہ دوں۔ لیکن اس کے علاوہ حیدرآباد سے اس بناء پر میرا ایک ذاتی تعلق بھی ہے کہ اورنگ آباد میرا پیدائشی وطن ہے اور میری زندگی کا نصف سے زائد حصہ حیدرآباد ہی میں بسر ہوا ہے۔ اس دوھرے قلبی تعلق کی وجہ سے میں اس تمام تشویش اور فکرمندی میں بعد مقام کے باوجود حیدرآباد کے مسلمانوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ جس میں وہ موجودہ سیاسی صورت حال کی وجہ سے اپنے آپ کو مبتلا پا رہے ہیں۔ یہی چیز مجھ کو مجبور کرتی ہے کہ میں بلا طلب اپنا مشورہ ان حضرات کی خدمت میں پیش کروں جو اس وقت مسلمانان حیدرآباد کی رہنمائی کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میری ان گذارشات پر وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ اور سرسری طور پر انہیں نظر انداز نہ کردیں گے تاہم وہ اگر ایسا کریں تو میں اپنی اخلاقی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جاؤں گا اور میرا ضمیر مطمئن رہے گا کہ اپنے بھائیوں کا جو حق مجھ پر عائد ہوتا تھا۔ اسے ادا کرنے کی میں نے کوشش کردی۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے ابھی ابھی اپنا جو انجام دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں وہ دراصل خمیازہ ہے ان کوتاہیوں کا جو پچھلی صدیوں میں ہمارے حکمران ہمارے امراء ہمارے مذہبی پیشواؤں کا

ایک بڑا گروہ اور باستثناء چند ہمارے عام اہل ملت اپنے اس فرض کی ادائیگی میں برتتے رہے ہیں۔ جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتا تھا۔ اگر وہ اسلام کی صحیح نمائندگی کرتے۔ اگر وہ اپنے اخلاق اور معاملات اور اپنی سیرتوں میں اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرتے اگر وہ اپنی سیاست اور حکمرانی میں عدل و انصاف پر قائم رہتے اور اپنی طاقتوں کو اسلام کی سچائی پھیلانے میں صرف کرتے تو آج دہلی اور مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب سے مسلمان اس طرح بیک بینی و دوگوش نہ نکال دئے جاتے جیسے اس وقت نکالے گئے ہیں۔ اور یوپی۔ بہار اور وسط ہند میں ان کے سر پر اس طرح تباہی منڈلا رہی نہ ہوتی جیسی آج منڈلا رہی ہے۔ یہہ وہ علاقے ہیں جہاں سات آٹھ سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا ہے۔ جہاں مسلمانوں کی بڑی بڑی عظیم الشان جاگیریں حیدرآباد کی پائیگاہوں سے کئی گنی زیادہ بڑی جاگیریں قائم رہی ہیں۔ اور جہاں مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے علوم و فنون کے عظیم الشان مرکز موجود رہے ہیں۔ لیکن عیاش دنیا میں انہماک۔ فوجی طاقت اور سیاسی اقتدار پر انحصار۔ اسلام کی دعوت پھیلانے سے تغافل اور انفرادی سیرتوں اور اجتماعی طرز عمل میں اسلام کے اخلاقی اصولوں سے انحراف کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ان علاقوں کی عام آبادی غیر مسلم رہی۔ مسلمان ان کے درمیان آٹے میں نمک کے برابر رہے اور دلوں کو مسخر کرنے کے بجائے

معاشی اور سیاسی دباؤ سے گردنیں اپنے سامنے جھکوانے پر اکتفاء کرتے رہے۔ پھر جب سیاسی اقتدار ان سے چھنا اور ایک غیر ملکی قوم ان پر مسلط ہوئی تب بھی انھوں نے اور ان کے رہنماؤں نے ان اسباب کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ جن کی بناء پر وہ حاکم سے محکوم بنکر رہ گئے تھے۔ بلکہ انھوں نے غیر ملکی حکمرانوں کے بل پر جینے کی کوشش کی اور اپنے سیاسی مطالبے اور دعوے ہمسایہ اکثریت کے مقابلے میں اس تیسری طاقت سے جس کے اقتدار کو بہر حال عارضی ہی ہونا تھا۔ منواتے رہے۔

اس تمام مدت میں زندگی کی جو مہلت مسلمانوں کو ملی تھی اس میں اپنی اخلاقی اصلاح کرنے اور اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی تلافی کرنے کے بجائے مسلمان محض معاشی اور سیاسی فائدوں کے لئے غیر مسلم اکثریت کے ساتھ کشمکش کرکے بظاہر یہ سمجھتے رہے کہ وہ اپنے جینے کا سامان کر رہے ہیں۔ لیکن در اصل وہ اپنی قبر کھود رہے تھے اور آخر کار آج ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھ لیا کہ بہت سے تو اس قبر میں دفن ہو گئے ہیں اور بہت سے زندہ در گور ہیں۔

یہ جو کچھ ہندوستان کے مسلمانوں کو پیش آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ حیدرآباد کے مسلمان اس سے سبق لیں اور جو تھوڑی سی مہلت ان کو سنبھلنے کے لئے ملی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ حیدرآباد کے مسلمانوں کی پوزیشن ہندوستان کے مسلمانوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں۔ یہاں بھی صدیوں کی حکومت کے باوجود

باشندوں کی عظیم اکثریت غیر مسلم ہے اور مسلمان (۱۵) فیصد سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہاں بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان سیاسی اور معاشی کشمکش سے وہی قومی منافرت پیدا ہو چکی ہے جو ہندوستان میں پیدا ہو چکی تھی اور اس انتہائی تلخی کی حد تک پہنچتی جا رہی ہے جو دہلی اور پنجاب میں پائی جاتی ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ یہاں مسلمان ریاست قائم ہے اور ریاست کے نظم و نسق پر مسلمان چھائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ فرق جو ابتک حیدر آباد کے مسلمانوں کے بچے رہنے کا موجب بنا ہوا ہے کچھ ایسا زیادہ پائدار اور مستحکم فرق نہیں کہ حیدر آباد کے مسلمان اس کے بھروسہ پر زیادہ مدت تک جی سکتے ہوں۔

انڈین یونین کی ہندو اکثریت جو سابق انگریزی طاقت کی وارث ہوئی ہے حیدر آباد کے چاروں طرف محیط ہے۔ حیدر آباد اس کے محاصرہ میں اس طرح گھرا ہوا ہے کہ کسی طرف سے وہ مدد نہیں پا سکتا۔ ریاست کی (۸۵) فیصدی آبادی غیر مسلم ہے اور وہ مسلمان ریاست کے اقتدار کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ موجودہ جمہوریت کے دور میں ۱۵ فیصدی مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ حکمرانی ان کے ہاتھ میں رہے یا وہ کم از کم آدھے اقتدار کے شریک ہوں کسی طرح نہیں چل سکتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ غیر مسلموں کے کسی معتد بہ عنصر کو مسلمان اپنے ساتھ ملا کر اکثریت حاصل کر سکیں۔ یا کم از کم پچاس فیصدی

رائے حاصل کر سکیں گے۔ اس صورت حال میں اگر مسلمان اپنے اقتدار کو اور ان تمام امتیازی حقوق اور اختیارات اور فوائد و منافع کو برقرار رکھنا چاہیں جو انہیں اب تک حاصل رہے ہیں تو اس کے لئے انہیں لڑنا پڑے گا۔ لڑائی محض ریاست کی غیر مسلم اکثریت سے نہیں ہوگی بلکہ آخر کار انڈین یونین کی فوجی طاقت سے ہوگی جس کی پشت پر پورے ہندوستان کی ہندو قوم کی متفقہ طاقت ہوگی۔ مجھے امید نہیں کہ اس لڑائی میں ریاست کی طاقت حیدر آبادی مسلمانوں کا ساتھ دے۔ رئیس کی فطرت یہہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے مفاد اور اپنے خانوادہ کے مفاد کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ محسوس کرے گا کہ مسلمانوں کا ساتھ دینے سے اس کو بھی نواب جوناگڑھ کا سا انجام دیکھنا پڑے گا تو بعید نہیں کہ وہ انڈین یونین کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر لے اور اپنی قوم کو اس کی قسمت پر چھوڑ دے۔ حیدر آباد کی فوج۔ پولیس۔ عدالتوں اور (Administration) پر بھی آپ یہہ بھروسہ نہیں کر سکتے کہ وہ اس لڑائی میں کچھ بہت زیادہ آپ کے کام آسکیں گے۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی خالص مسلمان عناصر پر مشتمل نہیں ہے۔ بلکہ سب میں اچھا خاصہ غیر مسلم عنصر موجود ہے۔ لہذا اگر خدانخواستہ لڑائی پیش آگئی تو شاید حیدر آباد کے مسلمانوں کا انجام اس سے بھی زیادہ دردناک ہوگا جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا ہوا ہے۔ کیونکہ یہاں کم از کم

اتنا فائدہ تو تھا کہ پاکستان کی سرحدیں قریب تھیں۔ اور پاکستان کی فوج ان کو نکال نکال کر لانے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن اگر خدانخواستہ حیدرآباد کے مسلمانوں پر ایک طرف خود گھر کی اکثریت۔ اور دوسری طرف گرد و نواح کے علاقوں کے مسلح ہندو جتھے اور تیسری طرف انڈین یونین کی فوجیں ٹوٹ پڑیں اور خود ریاست کے نظم و نسق نے ان کا ساتھ نہ دیا تو ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ نہ کہیں سے وہ مدد پا سکیں گے۔ اور نہ وہ کہیں جا سکیں گے۔

اس بناء پر میرا یہہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ اس فرق کو جو سردست آپ کی حالت اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت میں پایا جاتا ہے کوئی بہت بڑا پائیدار قابل اعتماد فرق نہ سمجھیں اور چند مہینوں کی مہلت کو جو خوش قسمتی سے آپ کو مل گئی ہے ضائع کرنے کے بجائے ایسا لائحہ عمل بنانے میں صرف کریں جس سے مسلمانان حیدرآباد کی نہ صرف یہہ کہ جان مال اور آبرو بچ جائے بلکہ ان کو ایک بہتر اور زیادہ شاندار مستقبل تک پہنچنے کا راستہ مل جائے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں اصل چیز جو مسلمانوں کے لئے ذریعہ تحفظ ہی نہیں بلکہ ذریعہ ترقی اور وسیلہ سربلندی ہو سکتی ہے وہ تو یہی ہے کہ وہ اسلام پر قائم ہوں۔ اس کے صحیح نمائندے بنیں۔ اس کی دعوت اپنے قول اور عمل سے دنیا کے سامنے اور بحیثیت ایک قوم کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بنکر کھڑے ہوں

یہی چیز ان کے لئے زندگی اور عزت کی زندگی کی ضامن ہو سکتی ہے۔ لیکن ان خطوط پر اپنی قوم کو تیار کرنے کے لئے بہر حال ہمیں کچھ وقت درکار ہے اور یہاں حال یہہ ہے کہ طوفان سر پر آچکا ہے۔ اس لئے یہہ ناگزیر ہے کہ ہم کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے یہہ طوفان ٹل سکے۔ اور ہمیں اتنا وقت مل جائے کہ ہم مسلمانوں کی عام اخلاقی اصلاح کر سکیں اور دعوت اسلامی کے کام کو منظم طریقہ سے آگے چلا سکیں۔

میں اس مسئلہ پر بہت غور کرتا رہا ہوں کہ ایسی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اور آخر کار میں جن نتائج پر پہونچا ہوں ان کو ذیل میں نمبر وار بیان کرتا ہوں۔

۱۔ ہندوستان اور حیدرآباد کی سیاسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہہ کسی طرح ممکن نظر نہیں آتا کہ آپ انڈین یونین میں حیدرآباد کے داخلہ کو اور حیدرآباد میں ذمہ دارانہ حکومت کے قیام کو روک سکیں۔ یہہ چیز بہر حال ہو کر رہے گی۔ آپ کے روکے نہ رک سکے گی اور روکنے کی کوشش کا حال اس کے سوائے کچھ نہ ہوگا کہ ریاست اور مسلمان دونوں تباہ ہو جائیں یا صرف مسلمان تباہ ہوں۔ اور ریاست مسلمانوں کی بھینٹ چڑھا کر اپنے آپ کو بچالے۔ اس صورت حال میں عقلمندی یہہ ہے کہ مزاحمت کرنے کے بجائے آپ ایسی بنیادوں پر مفاہمت کرنے کی کوشش کریں جن سے انڈین یونین کی شرکت اور ذمہ دار حکومت کا قیام

نہ صرف یہہ کہ مسلمانوں کے لئے کم سے کم مضر ہوسکے بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں کو ایسے مواقع حاصل ہوجائیں جن سے وہ مذکورہ بالا مقصد کے لئے اپنی عملی تعمیر زیادہ اچھی طرح کرسکیں۔

۲۔ مزاحمت اور کشمکش کرنے کے بجائے اگر اس وقت حیدرآبادی مسلمانوں کی قومی تنظیم یعنی انجمن اتحاد المسلمین یہہ بات پیش کرکے وہ چند شرائط کے ساتھ انڈین یونین کے داخلہ اور مکمل ذمہ دار حکومت کے قیام پر بخوشی راضی ہے تو مجھے امید ہے کہ اس مرحلہ پر اسٹیٹ کانگریس اور انڈین یونین دونوں ہماری شرائط ماننے پر راضی ہوسکیں گی۔

۳۔ میرے نزدیک جو شرائط اس غرض کے لئے مفید ہوسکتی ہیں اور جن پر انڈین یونین اور اسٹیٹ کانگریس کو بآسانی راضی کیا جاسکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

الف:۔ ریاست کے آئندہ دستور میں مسلمانوں کو یہہ حق دیا جائے کہ ان کے تہذیبی اور مذہبی معاملات کے لئے ان کا اپنا الگ ایک Endowments ہو جسے مسلمانوں پر زکوٰۃ عائد کرنے اور خرچ کرنے کے لئے اور مذہبی اوقاف کا انتظام کرنے اور ان کی آمدنی کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کرنے کے لئے نیز مسلمانوں کا پرسنل لا ان کے معاملات نکاح و طلاق و وراثت وغیرہ پر جاری کرنے کے لئے ضروری قانونی اور عدالتی اختیارات

حاصل ہوں (ایسے ہی اختیارات اگر دوسرے غیر مسلم گروہ بھی حاصل کرنا چاہیں تو مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں)۔

ب۔ مسلمانوں کے اس حق کو بھی دستور میں محفوظ کرایا جائے کہ وہ اپنے خرچ پر اپنی الگ مذہبی درسگاہیں قائم کر سکیں اور اس طرح سرکاری تعلیم گاہوں میں مسلمان بچوں کے لئے اپنے خرچ پر لازمی مذہبی تعلیم کا انتظام کر سکیں (یعنی مسلمان بچوں کے لئے سرکاری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم (compulsory) ہوگی اور اس کا خرچ مسلمانوں کا مندرجہ بالا (organisation) برداشت کریگا۔

ج۔ ریاست کے لئے جو اسمبلی یا پارلیمنٹ بنے اس میں طریق انتخاب مخلوط تو ضرور ہو لیکن لازماً کوئی ایسا طریق انتخاب اختیار کیا جائے جس سے آبادی کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی نمائندگی سے محروم نہ رہ سکے۔ مثلاً (PROPORTIONAL REPRESENTION) تناسب نمائندگی کا وہ طریقہ جس میں ملک کو یک نشستی حلقہائے انتخاب میں تقسیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ پورا ملک ایک حلقہ انتخاب ہوتا ہے اور رائیں منفرد نمائندوں کے حق میں نہیں بلکہ پارٹیوں کے حق میں ڈالی جاتی ہیں۔

د۔ دستور کی ترمیم پر ایسی پابندی عائد کی جائے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے وہ حقوق جو انہیں پہلے دستور میں دیے گئے ہوں بعد کی کسی ترمیم میں بآسانی سلب نہ کئے جا سکیں۔ مثلاً دستور کی ترمیم کے لئے استصواب رائے عامہ ضروری قرار دیا جائے اور

کم از کم (۸۰) فیصدی یا (۸۵) فیصدی ووٹوں کے بغیر کوئی ترمیم پاس نہ ہو سکے۔

ھ۔ اس بات کی ضمانت دیجائے کہ سرکاری محکموں میں اور ان کے کسی شعبے میں بھی مسلمانوں کا تناسب ان کی آبادی کے تناسب سے بہرحال گھٹنے نہ پائے گا اور کسی شعبے میں ان کے خلاف کوئی امتیازی پابندی عائد کی جائے گی۔

و۔ از روئے دستور تبدیل مذہب پر کوئی پابندی عاید نہ ہو سکے گی

ان شرائط کے ساتھ مسلمانوں کو یہہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ریاست میں مکمل ذمہ دارانہ حکومت قائم ہو اور نظام صرف ایک دستوری فرمانروا کی حیثیت سے رہیں۔ نظام کے لئے دستوری فرمانروا سے بڑھ کر کسی پوزیشن کا مطالبہ مسلمانوں کو اصرار نہ کرنا چاہیئے ورنہ وہ سمجھ لیں کہ یہہ چیز ایک خاندان کے مفاد پر ایک پوری قوم کے مفاد کو قربان کرنے کے ہم معنی ہوگی جس کا خمیازہ آگے چلکر مسلمانوں کو بہت بُرا دیکھنا ہوگا۔

۴۔ مذکورۂ بالا شرائط کے مطابق مسلمانوں کو اپنا جو قومی (organisation) قائم کرنے کا حق حاصل ہو اس سے انہیں پورا فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ زکوٰۃ اور اوقاف کی آمدنی اتنی کافی ہوگی کہ اس سے ایک عظیم الشان بیت المال قائم ہو سکے گا۔ مسلمانوں کی تعلیم اخلاقی اصلاح۔ معاشی خوشحالی اور صنعتی ترقی کے لئے بہت سے

کام کئے جاسکیں گے۔ ان کو سودی قرض سے نجات دلائی جاسکے گی۔ اور ایسے ادارے قائم کئے جاسکیں گے۔ جو دعوت دینی کے لئے مسلمانوں مسلمان نوجوانوں کو تیار کریں۔ ملکی زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفاسیر شائع کریں اور اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت کریں۔ ان ذرائع سے یہہ ممکن ہوگا کہ ہم بتدریج مسلمانوں کی طاقت حیدرآباد میں بڑھا سکیں اور اپنی سوسائٹی کو زیادہ سے زیادہ صالح بنا کر غیر مسلم عناصر کو اپنے اندر جذب کر سکیں۔

۵۔ ان تحفظات کے ساتھ جو ذمہ دار حکومت قائم ہو اس میں مسلمان اپنا اثر اس طرح بڑھا سکتے ہیں کہ ان کی سیاسی پارٹی یعنی انجمن اتحاد المسلمین کوئی ایسا پروگرام پیش کرے جسے لیکر وہ صرف مسلمانوں ہی کے سامنے نہ جائے بلکہ غیر مسلم ووٹروں کے سامنے بھی جاسکے۔ اور ان کی زیادہ سے زیادہ رائیں حاصل کر سکے مثال کے طور پر اس کے پروگرام میں (DEPRESSED CLASSES) کے لئے کوئی ایسی کشش ہونی چاہئے کہ اپنے ووٹ اونچی ذات کے ہندوں کی کوئی سیاسی پارٹی نہ حاصل کر سکے بلکہ وہ مسلم پارٹی کو حاصل ہو۔ آج اگر آپ سیاسی جوڑ توڑ کر کے پست اقوام کو ہندوں سے توڑنے کی کوشش کریں گے تو آپ کچھ فائدہ نہ حاصل کر سکیں گے اور یہہ چیز ہندوں میں آپ کے خلاف اور زیادہ ضد پیدا کر دے گی۔ لیکن کل نئے دستور کے مطابق اگر انتخابات میں آپ ایسا پروگرام لائے

جو پست اقوام کی اکثریت کو آپ کے ساتھ ہم آواز بنا دے تو آپ اسمبلی میں اکثریت حاصل کر سکیں گے، اور رہنمائی آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔ بہر حال اس نقشہ پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہے کہ مسلمان نئے حالات کے مطابق اپنے اندر سے ایک بہتر اور زیادہ بیدار مغز سیاسی لیڈر شپ پیدا کریں۔ جو تنگ نظری کے ساتھ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے مفادات کی حفاظت پر مصر نہ ہو بلکہ بڑے پیمانہ پر عدل و انصاف کے مقام سے اور عامۃ الناس کی حقیقی ترقی و فلاح کے کاموں سے مسلمانوں کے اصلی مفاد کی خدمت کر سکے۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

بقلم محمد یونس

---

(۳۲)

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نے آپ کی مرسلہ خط و کتابت کا مطالعہ کیا۔ مسئلہ زیر بحث میں میری رائے مختصراً یہ ہے کہ اسلام کی دعوت و اقامت کے لئے جو شخص یا گروہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں کام کرنے کے لئے اٹھے وہ اگرچہ ایک ایسی سچائی کا علمبردار ہوتا ہے جو زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہوتی ہے لیکن جس ملک اور معاشرہ میں وہ کام کرنے اٹھا ہو اس کے حالات سے وہ یکسر بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ محض مبلغ نہیں ہے بلکہ عملاً اقامت دین کرنا

اس کے پیش نظر ہے تو اسکے لئے لازم ہے کہ وقت اور مقام کے حالات کو اپنی دعوت کے نقطۂ نظر سے دیکھے اور سمجھے اور دعوت کے لئے ایسا طریق کار اختیار کرے جو ان حالات میں مناسب ترین ہو۔ اسے لامحالہ یہ دیکھنا ہوگا کہ جس معاشرے میں وہ کام کرنے اُٹھا ہے آیا وہ خالص غیر مسلم معاشرہ ہے۔ اس میں کچھ لوگ پہلے سے اسلام کو ماننے والے موجود ہیں یا وہاں غالب اکثریت اسلام کے ماننے والوں کی ہے۔ ان تینوں صورتوں میں دعوت کا طریقہ کار یکساں نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ مختلف نوعیت کے معاشرے بھی تمام دُنیا میں ایک جیسے نہیں ہوتے۔ کہیں امریکہ یا جاپان کے سے حالات ہوتے ہیں۔ اور کہیں چین یا روس جیسے کہیں ہندوستان جیسے حالات ہوتے ہیں۔ اور کہیں سیلون جیسے۔ کہیں پاکستان جیسے حالات ہوتے ہیں۔ اور کہیں مصر و شام جیسے۔ اور کہیں ٹرکی جیسے۔ اسلام کی اصولی دعوت اگرچہ ان سب کے لئے ایک ہی ہے لیکن اس کے لئے کام کرنے والا اگر حکیم ہے تو وہ ہر جگہ ایک ہی نسخہ استعمال نہیں کرے گا۔ بلکہ مرض اور مریضوں کی کیفیت کے لحاظ سے ہر مقام کے لئے نسخہ میں مناسب ردوبدل کرے گا۔

انبیاء علیہم السلام نے جس طرح مختلف حالات میں کام کیا ہے اس سے ہم یہ حکمت تو سیکھ سکتے ہیں کہ اصولی دعوت کو برقرار رکھتے ہوئے طریقہ کار میں حالات کے فرق کا لحاظ کرتے ہوئے کیا فرق ہونا چاہیے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں ہم کام کر رہے ہیں وہاں کے حالات

بعینہٖ وہی ہوں جو کسی نبیؑ کے عہد میں تھے۔ تاہم چونکہ آپ کے بھیجے ہوئے سوال میں حضرت موسیٰؑ کی تطہیر کو زیر بحث لایا گیا ہے اس لئے اس کے بارے میں میں یہ عرض کروں گا کہ مصر میں ایک طرف تو ۱۰ اور ۲۰ فیصدی کے درمیان مسلم آبادی موجود تھی اور دوسری طرف غیر مسلم حکمراں اکثریت میں تاریخی اسباب سے اسلام و اہل اسلام کے خلاف سخت جذبۂ عناد پایا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت موسیٰؑ کی دعوت کا طریقہ، ان انبیاء کی دعوتوں سے مختلف تھا جو خالص غیر اسلامی معاشرے میں کام کرنے اُٹھے تھے۔ حضرت موسیٰؑ اگرچہ فرعون اور اس کی قوم کے سامنے اسلام کی اصولی دعوت بھی پیش کر رہے تھے۔ لیکن وہ اس مسلم عنصر سے بے نیاز اور بے تعلق نہیں رہے جو مصر میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس عنصر کے ساتھ (IDENTIFY) کیا۔ کیونکہ اس سے (INDIFFERENT) ہونا قطعی غیر فطری تھا۔ انھوں نے مصریوں کو اسلام کی طرف بلانے کے ساتھ ان لوگوں میں بھی دینی بیداری کرنے کی کوشش کی جو پہلے سے اسلام کو مانے ہوئے تھے اگرچہ اعتقادی گمراہیوں اور اخلاقی انحطاط میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مزید برآں یہ بھی ان کے مشن کا ایک لازمی جز تھا کہ ان مسلمانوں کو کفر کے غلبہ سے بچائیں۔

اس معاملہ میں جس پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے جانے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ میرے نزدیک صرف یہ تھی کہ مصر کے ایک

اسلامی مملکت بن جانے کا اس وقت کوئی امکان نہ تھا۔ ورنہ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت اور اس کی قوم کے کارفرما عنصر کا اسلام قبول کر لینا اگر ممکن ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بنی اسرائیل اور ان کے ساتھی مسلمانوں کو خواہ مخواہ مصر سے نکال کر کہیں اور لے جاتے۔

اس نظیر سے یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں غیر اسلام کا غلبہ ہو اور پہلے سے ایک مسلم عنصر بھی موجود ہے وہاں اسلام کی اصولی دعوت پیش کرنے والے اس عنصر کو نظر انداز کر کے کام نہیں کر سکتے۔ اگرچہ ان کا طرز عمل مسلم نیشنلزم کے ہر رنگ سے خالی ہونا چاہئے۔ لیکن ان کے لئے ناگزیر ہے کہ اسلام کا جو سرمایہ پہلے سے موجود ہے اس کی حفاظت کریں اور "نئے سرمایہ" کے حصول کی فکر میں ایسے مستغرق نہ ہو جائیں کہ سابق کا سرمایہ بھی ضائع ہو جائے۔

بنام خورشید حسن رضوی
حیدر آباد

ابوالاعلیٰ
مودودی

(۳۳)

۶ اگست ۴۵ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ شعبان دارالاسلام سے گشت کرتا ہوا میرے پاس یہاں دہلی پہنچا۔ اس کا مکمل جواب تو آپ کو طفیل صاحب نے خود ہی بھیجدیا تھا جس کی نقل بھی میرے پاس آگئی ہے۔ لیکن اس معاملہ میں تفصیلی جواب میں اب لکھوا رہا ہوں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ وقت پر

آپ کو مل جائے گا یا نہیں۔ لیکن آئندہ میرے اس جواب سے آپ کو ایسے دوسرے معاملات میں صحیح طرز عمل معلوم ہونے کی آسانی ہوگی۔

آپ نے یہ غلطی کی کہ لوگوں کو تبلیغ کی تیز تیز خوراکیں دے کر ہجرت اور ترک علائق پر آمادہ کرنا شروع کر دیا باوجودیکہ میں صحیح پوزیشن کئی مرتبہ واضح کر چکا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے وہ پوری طرح صاف نہیں ہوئی۔ اصل میں ہم ابھی تک اس مرحلہ میں نہیں پہنچے ہیں۔ جہاں مختلف مقامات سے اپنے سب ہم خیالوں کو ایک جگہ سمیٹ آنے کی دعوت دے سکیں نہ ہمارے پاس جگہ ہے نہ ذرائع ہیں۔ نہ صحیح معنوں میں ایسا کوئی دارالاسلام بن گیا ہے جس کی طرف دارالکفر سے ہجرت کرنا ضروری ہو اور نہ اصولاً یہ بات صحیح ہے کہ مکی زندگی کی بھٹی سے اچھی طرح گذرے بغیر لوگ مجرد عقیدہ و نصب العین قبول کر کے کسی ایک مقام پر جمع ہو جائیں کیوں کہ اس طرح وہ کیرکٹر تو کبھی بنا ہی نہیں سکتا جو ایک کافی مدت مخالف ماحول میں کشمکش کرنے اور استقامت دکھانے سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس وقت لوگوں کو ہجرت کی دعوت دیدینا ہمارے کام کے لئے اصولاً غلط بھی ہے اور بیحد نقصان دہ بھی اور اس پالیسی کے خلاف بھی ہے جس پر ہم اس وقت کام کر رہے ہیں۔ ہم اپنے مرکز کو ذرائع کی کمی اور مشکلات کے ساتھ بتدریج مضبوط بنا رہے ہیں۔ اور اس مرحلہ پر صرف ان لوگوں کو بلا رہے ہیں جن کی اس وقت ضرورت ہے۔ اس تدریجی نقشہ کے خلاف ایک زائد آدمی کا آجانا بھی ہماری مشکلات میں غیر معمولی اضافہ کر دیگا۔ پھر ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اس مرحلہ پر صرف آزمودہ آدمیوں ہی کو بلائیں

جن کے متعلق ہمیں پوری طرح اطمینان ہو کر وہ ہماری اسکیموں میں ٹھیک ٹھیک مددگار ہو سکتے ہیں۔ ناآزمودہ آدمیوں کو ابتدا میں جمع کرنے سے مجھے بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ اس قسم کے جمع ہو گئے تھے ان کو میں بڑی دقتوں کے ساتھ رفتہ رفتہ رخصت کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ جس وقت تک میں اپنے نقشہ کے مطابق ایک صحیح و مستحکم ماحول پیدا نہ کر لوں جس پر مجھے یہ اطمینان ہو کہ اب جو اس ماحول میں آئیگا اس کے مزاج کے مطابق ڈھلتا جائیگا اس وقت تک میں نئے آدمیوں کو جن کو میں نہ جانتا ہو مرکز میں آکر رہنے کو گوارا نہیں کر سکتا۔ جو لوگ مرکز میں آنے کے امیدوار ہوں ان کو بھی ایک کافی مدت تک اپنے ماحول میں رہ کر مشکلات کا مقابلہ کر کے اور مخالفتوں کے مقابلہ میں صبر و استقامت دکھا کر اپنی اس قابلیت کا ثبوت دینا ہوگا کہ وہ مرکز میں آنیکے قابل ہیں۔ لہذا آپ خود..... کو لکھئے کہ آپنے جو ہجرت پر ان کو اکسایا تھا وہ آپ کی غلطی تھی اور آپ سے یہ غلطی جماعتی پالیسی کے خلاف سرزد ہو گئی تھی۔ اسکے ساتھ آپ انہیں یہ بھی تلقین کیجئے وہ ایک طرف اپنی دینی معلومات ضروری حد تک مکمل کرنیکی کوشش کریں۔ اور دوسری طرف ہماری جماعت کے نام پر کوئی کام کرنے سے پہلے ہمارے لٹریچر کو بہت اچھی طرح پڑھیں اور اسکی سپرٹ کو اخذ کر کے اپنے ماحول میں ٹھیک ٹھیک کام کرنے کی کوشش کریں۔

آپ کی یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ نے..... کو ان کے والدین کے علی الرغم ہجرت کرنیکی رائے دی اول تو مکہ میں مشرک و کافر ماں باپ کے متعلق جو طرز عمل اختیار کیا گیا تھا وہ بعینہٖ ان مسلمان ماں باپ کے معاملہ میں

اختیار کرنا درست نہیں جو ہمارے نزدیک خواہ کتنے ہی غفلت وضلالت میں مبتلا ہوں مگر بہر حال ہیں مسلمان۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی مرحلہ پر والدین کی اجازت کے بغیر بلکہ ان کے حکم کے خلاف کوئی اقدام کرنا اولاد کے لئے جائز ہو بھی سکتا ہے تو وہ صرف اس صورت میں جبکہ امیر جماعت تمام شرعی پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ایسا کرنیکا حکم دے۔ اسکے حکم کے بغیر بطور خود فیصلہ کرلینا کہ یہ وقت والدین کی نافرمانی کا ہے کسی طرح صحیح نہیں..... کا جو خط میرے پاس آیا ہے اسکو دیکھنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ جماعت کو اس کے نظام کو اور اس کے طریقہ کار کو بالکل نہیں سمجھے ہیں اور ان کے تصور میں جماعت کی کچھ عجیب پوزیشن ہے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس جماعت نے کوئی اسٹیٹ قائم کرلیا ہے اور وہ اسٹیٹ بھی بڑا دولت مند ہے اس لئے انکا خیال یہ ہے کہ ان کے وہاں بلانے کے مصارف ہم بھیجیں گے دار الاسلام میں انکی ضروریات کی کفالت کرینگے اور سال میں دو مرتبہ نہ صرف یہ کہ ان کو گھر بھیجینگے بلکہ جانے آنیکے مصارف بھی دینگے ظاہر ہے کہ اس تصور کو لئے ہوئے اگر وہ دار الاسلام آنے پر آمادہ نہ ہوتے تو اور کیا کرتے بلکہ اگر ہم یہ ارادہ پیش کریں تو شاید نیک نیت اہل ایمان کا ایک جم غفیر ہر ہفتہ دار السلام پہنچ جایا کرے۔ اس چیز سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ آپ کا طرز تبلیغ بہت خام ہے جسمیں فہم کا عنصر کم اور جذباتی جوش کا عنصر زیادہ ہے اسلئے ایسے لوگ جو ہمارے مسلک و طریقہ کار کو ۵۰ فیصدی بھی نہیں سمجھتے ہیں وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہمارے ساتھ آملنے کو پچانوے فیصدی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ براہ کرم اس طرز تبلیغ کی اصلاح کیجئے ورنہ جو پیچیدگی..... کی معاملہ پیش آئی ہے اس سے زیادہ آئندہ پیش آنیکا خطرہ ہے۔

یہ بات بھی میں اس سے پہلے آپ کو لکھ چکا ہوں کہ جب تک آپ سرکاری ملازمت میں ہیں قواعد ملازمت کے اندر رہتے ہوئے کام کیجئے۔ اول تو کسی سے تنخواہ لینے کے بعد ان شرائط کی پابندی

نہ کرنا جن کے تحت وہ تنخواہ دے رہا ہے اخلاقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر آپ قواعد کے خلاف کام کریں گے اور اس پاداش میں برطرفی یا اور قسم کی سزا پائیں گے تو یہ آپ کی اخلاقی پوزیشن کو کمزور کر دینے کا موجب ہوگا درآں حالیکہ اس وقت نظام جاہلیت کے خلاف ہمارا سب سے بڑا اسلحہ جنگ اگر کوئی ہے تو وہ اخلاق ہی ہے۔ اس لئے آپ نے ..... صاحب... پر جس طرز کی تبلیغ کی اور اس کی وجہ سے جو بازپرس آپ سے ہوئی وہ ان ہدایات کے خلاف ہے جو آپ کو مرکز سے کی گئی ہیں۔

اب آپ کو ان سوالات کے جواب میں جو آپ سے کئے گئے ہیں بالکل (Straight Forward) اور صحیح صحیح بیان دینا چاہئے۔ لیکن جواب آپ کا سخت نہ ہونا چاہئے زبان اور لب و لہجہ میں پوری معقولیت ہو جو غلطی ہے اس کی غلطی صاف صاف تسلیم کر لیجئے اور آپ کی اور اس جماعت کی جو صحیح پوزیشن ہے اس کو بلا تکلف بیان کر دیجئے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد نقی علی صاحب وزنگل

حیدرآباد دکن

(۳۴)

مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۴۲ء

مکرمی مولوی عنایت اللہ اثری صاحب

السلام علیکم۔

مولوی سید شہاب الدین صاحب ید اللّٰہی ضرور واپس تشریف لائیں گے اور میں ان کے ذریعہ جماعت اسلامی کی نسبت اپنے خیالات سے آپکو بہ تفصیل مطلع کروں گا۔

فی الحال صرف اس قدر کہ دنیا کافی تصور کرتا ہوں کہ جماعت اسلامی کے اغراض و مقاصد سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ مجھے صرف اس کے طریقہ کار سے اختلاف ہے۔ ایک تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ جماعت ایک مستقل فرقہ نہ بن جائے اور اس کے ارکان اس میں شریک نہ ہونے والوں کو اسلام سے خارج نہ تصور کرنے لگیں دوسرے میں اس کو سخت غیر مآل اندیشی تصور کرتا ہوں کہ ہم موجودہ حکومتوں اور خصوصاً ان کی مقننہ سے قطع تعلق کر کے اپنے مخالفین کو اور زیادہ قوی کر دیں گو میں بھی ان حکومتوں کو غیر الٰہی سمجھتا ہوں اور ان کے اسلامی بنانے ہی کو اپنا مقصد حیات تصور کرتا ہوں۔ فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر خان

بہادر یار جنگ

بیگم بازار حیدرآباد دکن

(۳۵)

مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۴۴ء

محترمی و مکرمی ۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ ۔

حالات کی روداد پہنچی ۔ یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آپ نے جو کارروائی اب تک کی ہے وہ کچھ زیادہ صحیح نہیں تھی ۔ اور اب جو عہدہ داروں کے تبادلہ کے لئے دوڑ دھوپ کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے وہ مزید غلطی ہے ۔ یہ چیزیں ہماری تحریک کے مزاج سے مناسبت نہیں رکھتیں، خیر معنی ما معنی ۔

اگر یہ مخالفت کا طوفان خالص دعوت حق کی وجہ سے ہے تو صبر کے ساتھ اپنے کام کو لے جانا چاہئے اور مخالفین کی حرکات کا کوئی جواب نہیں دینا چاہئے ۔ ہاں اگر اس میں خود آپ کی یا آپ کے رفقاء کی کوئی غلطی ہو، مثلاً ضرورت سے زیادہ تیز مزاجی یا بہت زیادہ سخت زبان کا استعمال یا اپنی تحریک سے دلچسپی نہ رکھنے والوں اور مخالفوں پر سخت تنقید، جس کی وجہ سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہوا ہو تو اپنے رویّہ کی اصلاح کر لینا چاہئے ۔

آپ لوگوں کو ڈرانے یا مشتعل کرنے کے لئے جو افواہیں مخالفوں کی طرف سے اڑائی جائیں ۔ ان کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ کیجئے ۔ اور نہ گھبرا گھبرا کر حاکموں کی طرف دوڑے ۔ ان افواہوں کی واقعی کوئی حقیقت ثابت ہو جائے تب بھی مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں ۔

سیدھے سادھے طریقہ سے صرف اظہار حقیقت تک اپنی مدافعت کو محدود رکھنا چاہیے۔ رہا یہ امر کہ مخالفین آپ کے ہمدردوں کو یا عام آبادی کو پریشان کر رہے ہیں تو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ سرتاج عالم صاحب (مہتمم پولیس) سے شخصی طور پر مل کر انہیں واقعات بتادیں اس سے زیادہ کوئی دفتری کارروائی کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اپنے رفقاء اور ہمدردوں کو بھی صبر و استقامت کی تلقین کیجئے اور انہیں بتائیے کہ راہ حق میں ایسی مشکلات کا پیش آنا ناگزیر ہے اور ان کا یہ علاج نہیں ہے کہ ظالم حکومتوں سے فریادیں کریں، نیز زیادہ سے زیادہ رجوع الی اللہ کی اس موقع پر ضرورت ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

عنایت اللہ ندوی

بابا پور بیگل

(۳۶)

۲ر جنوری ۱۹۴۶ء

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اور آپ کے حالات معلوم ہوئے۔ آپ کی اہلیہ کو جماعت میں شریک کر لیا گیا ہے، مگر آپ دونوں جماعت کی تشکیل کا منشاء پورا نہیں ہوتا نہ امیر منتخب ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

آپ ان کے فطری اور شرعی صاحب امر ہیں ہی نیز دستور جماعت میں جو فرائض مستورات کے متعلق ہیں وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دیجئے۔ اور جماعت کا لٹریچر اگر ضرورت ہے تو سبقاً سبقاً پڑھائیے تاکہ تحریک اور اس کا طریق کار وہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ اپنی ماہوار رپورٹ باقاعدگی سے ارسال کیجئے۔

علی میاں صاحب اب جماعت میں نہیں ہیں۔ ابتداءً وہ جماعت اور اس کے طریق کار کو خاطر خواہ سمجھے بغیر شریک ہو گئے اور بعد میں عملاً مولانا الیاس صاحب کے پروگرام پر چلنے لگے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ لکھنؤ کی جماعت عملاً صفر ہو گئی اور آخر کار اسے توڑنا پڑا، اس پر مرکز سے انہیں لکھا گیا کہ ایک وقت میں ایک ہی بیعت کے تحت کام کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے مولانا الیاس صاحب کی قیادت میں کام کرنا زیادہ پسند کیا اور کلیتہً اس میں شریک ہو گئے۔

آپ کے سوالات کے جوابات حسب ذیل تحریر کر دئے گئے ہیں۔

(۱) دباغت چرم، شریعت نے ہم کو یہ تعلیم نہیں دی ہے کہ ہم ہر چیز میں حرمتیں تلاش کر کے اور کھوج لگا لگا کر نکالیں۔ کیوں کہ اس طرح زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ جہاں صریح حرمت موجود نہ ہو وہاں ہیر پھیر کر کے حرمت کے پہلو نکالنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

فرض کیجئے کہ آپ جنگل میں کہیں جا رہے ہیں اور آپ کو کوئی ظرف پانی کا کھلا ہوا ملے تو اس پانی کو خواہ مخواہ اس مفروضہ پر نجس نہیں

سمجھ لینا چاہئے کہ کسی درندے نے اس میں منہ ڈالا ہوگا۔ البتہ اگر آپ کے سامنے کسی کتے نے اس میں منہ ڈالا ہے تو بلاشبہ اس سے پرہیز کیجئے۔ بلکہ شریعت تو یہ کہتی ہے کہ اس پانی کے متعلق کھوج لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ اس میں کسی جانور نے منہ تو نہیں ڈالا ہے۔

اسی مثال پر چمڑے کی تجارت کو بھی قیاس کر لیجئے کہ اس میں خواہ مخواہ حرمت کے پہلو تلاش کرتے پھرنے کی ضرورت نہیں، مردار کا چمڑا دباغت سے حلال ہو جاتا ہے یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اسے ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور ہدایت کی ہے کہ دباغت دے کر اسے استعمال کیا جائے۔ اب اگر کوئی شخص دباغت خود نہیں کرتا بلکہ دباغت کے لئے جو لینا چاہتا ہو اسے فروخت کرتا ہے تو یہ بیع و شریٰ ناجائز کیسے ہو سکتی ہے اگر اسے ناجائز قرار دیا جائے تو چمڑے کی ایک بہت بڑی مقدار فضول ضائع ہوگی اور اس سے تمدن کو نقصان پہنچے گا۔ نیز حرام چیز کو حرام غرض کے لئے خریدنا اور بیچنا اور چیز ہے اور حلال غرض کے لئے خریدنا اور بیچنا اور نوعیت رکھتا ہے۔

خاکسار
طفیل محمدؐ

بنام محمد عنایت اللہ ندوی
پدا پلی ضلع کریم نگر

(۳۷)

مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کے دونوں عنایت نامے مل گئے ہیں۔ آپ کے حالات معلوم کر کے تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور خدمت دین کے مواقع عطا فرمائے۔

رابطہ کا پتہ یہ ہے۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ سعودی عرب۔ والدہ صاحبہ کا انتقال ہوئے کئی سال ہوئے۔ البتہ بھائی ابوالخیر صاحب بخیریت ہیں۔

پرویز صاحب کے نظریات کا ابطال پہلے بھی کیا جاتا رہا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ ان کی خبر لی جاتی رہے گی۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۳۸)

مورخہ ۱۷ ستمبر ۶۷ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ایک مدت کے بعد آپ کا خط پا کر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں بخیریت سے ہوں اور آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بخیر رکھے۔

اسلامی تہذیب کی اشاعت سے پہلے آپ اسلامک پبلیکیشنز کا تازہ ایڈیشن دیکھ کر مقابلہ کریں۔ اس میں ضروری اصلاحات کردی گئی ہیں۔ اس کے مقدمہ میں جن جن مضامین کے مطالعہ کا مشورہ دیا گیا ہے، کتاب میں ان کا اضافہ مناسب نہیں ہے۔ اس طرح دونوں حصوں کا انداز بحث بالکل مختلف ہوجائے گا۔ اس لئے صرف میں نے ان کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔

آئین میں میری گفتگو کی اکثر رپوٹنگ غلط ہوتی رہتی ہے اور میں آئین والوں کو ٹوکتا رہتا ہوں۔ اس کو مجموعہ کی صورت میں شائع کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ پھر یہ غلطیاں مستقل شکل اختیار کریں گی۔

جو چیزیں اب تک آپ نے شائع کی ہیں وہ سب اگر بھجوادیں تو اچھا ہے۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں ہے کہ آپ نے کیا چیزیں شائع کی ہیں۔ یہاں سب رفقاء آپ کو سلام کہتے ہیں۔ بھائی صاحب کی طرف سے بھی سلام قبول کیجئے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۳۹)

مورخہ ۴ر جنوری ۶۸ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ گذشتہ "عید الفطر مبارک" ہو آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ "اسلامی تہذیب" اور اس کے اصول و مبادی انگریزی میں ترجمہ کرا کر شائع کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ انگریزی اکیڈیمی کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔ غالباً وہاں اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ بہر حال جو صورت بھی ہو ان کی اجازت اور مشورے کے بغیر دوسری جگہ یہ کام نہیں ہو سکتا۔ آپ ان سے مراسلت کر کے تحقیق کر لیں اور اگر ضرورت ہو تو صلاح الدین صاحب کے ترجمے کا نمونہ انہیں بھیج دیں۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ پر مضامین اسی سلسلہ کا جز تھے جو پہلے سے ترجمان میں چل رہا تھا۔ اب ان تمام مضامین کا مجموعہ خلافت و ملوکیت کے نام سے اسلامک پبلیکیشنز لاہور کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے انہیں الگ چھاپنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

خاکسار

ابو الاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب

حیدر آباد بھارت

(۴۰)

مورخہ ۲۵ مارچ ۶۹ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۷ فروری بہت دیر کے بعد ملا۔ میرے انگلستان جانے سے پہلے آپ کا کوئی خط مجھے نہیں ملا تھا ورنہ اس کا جواب ضرور دیا جاتا۔

خدا کے فضل سے میرے آپریشن تو بہت کامیاب ہوئے ہیں مگر ان کے بعد مجھے اب تک آرام لینے کا موقع نہیں ملا۔ بلکہ یہاں واپس آتے ہی مجھے ایسی سخت مصروفیتوں سے سابقہ پیش آیا کہ انہوں نے میری ساری قوت سلب کر ڈالی ہے۔ اب مجبوراً سب کام چھوڑ کر چند روز آرام لینے کے لئے مجبور ہو گیا ہوں۔

سعید جنگ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

بھائی ابوالخیر صاحب اور تمام احباب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

برادرم محمد یونس صاحب
حیدرآباد دکن

(۴۱)

مورخہ ۸ نومبر ۶۹ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۹ اگست ایک صاحب سے کراچی میں دستیاب ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد مجھے رباط اور پھر سعودی عرب کے لمبے سفر پیش آتے رہے جن کی وجہ سے جواب دینے کی مہلت نہ ملی۔

آپ کی دعاؤں کے لئے بہت شکر گذار ہوں اور آپ کے حق میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے اور اپنے دین کی خدمت آپ سے لے۔ میری جو کتابیں آپ نے شائع کی ہیں ان کے لئے کوئی جلدی نہیں ہے۔ جب بھی ممکن ہو بھیج دیجئے گا۔ جو کتابیں وہاں کا مکتبہ جماعت شائع نہیں کر رہا ہے ان کی فہرست معلوم کرنے کے لئے آپ اسلامک پبلیکیشنز کی فہرست کا مقابلہ اپنے ہاں کے مکتبہ جماعت کی فہرست سے کر کے دیکھ لیں۔ جو زائد کتابیں اس میں پائی جائیں ان کے متعلق مکتبہ جماعت ہند سے معلوم کر لیں آیا وہ ان کی اشاعت کا ارادہ رکھتا ہے یا نہیں۔ جو ذریعہ معاش اس وقت آپ کو حاصل ہے اسے اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک پہلے یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ اشاعتی کام جاری کرنے کے بعد آیا وہ گذر بسر کرنے کے لئے کافی ہو سکے گا یا نہیں۔ اور اگر ممکن ہو تو کچھ مدت تک دونوں کام ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کریں۔

آپ سے ملاقات ہو کر زمانہ دراز گذر چکا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس زندگی میں کبھی ملنا ہو سکے گا یا نہیں۔ یہاں کے سب رفقاء کی طرف سے سلام قبول ہو۔ بھائی صاحب بھی سلام کہتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

برادرم محمد یونس صاحب

حیدرآباد بھارت

(۴۲)

مورخہ ۲۸ فروری ۷۰ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ چودھری غلام محمدؐ صاحب مرحوم کی وفات درحقیقت تحریک اسلامی کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے انہوں نے ۲۶ سال انتہائی خلوص اور سرگرمی کے ساتھ اس تحریک کی خدمت کی اور وہ ایسی جگہ خالی کر گئے ہیں جسے کوئی پُر کرتا نظر نہیں آتا۔ ان کو پہلے آنتوں کا سرطان تھا جس کا پتہ بہت دیر کے بعد چلا۔ ۶۸ء میں وہ میرے ساتھ انگلستان گئے اور وہاں آپریشن کر کے آنت کا وہ حصّہ کاٹ دیا گیا جس میں سرطان تھا۔ مگر ڈاکٹر نے اسی وقت ہمیں بتا دیا تھا کہ ان کے جگر تک اس بیماری کے اثرات پہنچ چکے ہیں۔ جو ایک سال کے بعد پوری طرح ظاہر ہوں گے۔ چودھری صاحب مرحوم کو اس کی خبر نہ تھی۔ وہ آپریشن کے بعد بظاہر بالکل تندرست ہو گئے تھے اور پھر پوری سرگرمی کے ساتھ کام شروع کر دیا تھا۔ مگر ہمیں دھڑکا لگا ہوا تھا۔ آخر کار جگر کا سرطان پوری شدت کے ساتھ ۶۹ء کے آخر میں رونما ہوا اور تمام علاج ناکام ہو گئے۔ ۲۹ جنوری ۷۰ء کو جو وقت اللہ نے ان کے لئے لکھ رکھا تھا ٹھیک اسی وقت وہ اپنے مولا سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں قبول فرمائے اور جو کوتاہیاں بھی ان سے ہوئی ہوں ان کو معاف فرما دے۔

مرکز کے تمام رفقاء اور بھائی صاحب کی طرف سے سلام قبول کریں
آپ کی تعزیت انشاء اللہ ان کے اہل و عیال کو پہنچا دی جائے گی۔
انہوں نے ایک بیوہ چار لڑکے اور دو لڑکیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔
ایک لڑکا ایم بی بی ایس کر چکا ہے۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۳)

مورخہ ۲۷ ستمبر ۷۰ء
محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی دعاؤں کے لئے بہت شکر گذار ہوں ہم بھی آپ لوگوں کے حق میں ہمیشہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ آپ کے صاحبزادے کے لئے آج ہی میں کراچی سے لکھ رہا ہوں۔
اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ "دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ" نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے مجھ سے لکھائی تھی۔ حالانکہ جس وقت یہ کتاب میں نے لکھی ہے اس زمانہ میں نواب بہادر یار جنگ کو میں جانتا تک نہیں تھا اور نہ وہ مجھے جانتے تھے۔ ہمارا تعارف اس کے بعد ہوا ہے۔ یہ کتاب دراصل میں نے خود ہی اس موقع پر لکھی تھی جب نظام مرحوم نے برار کا مسئلہ از سر نو چھیڑا تھا۔

سلاجقہ یہاں شائع ہو چکی ہے۔ خوارزم شاہ پر میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۴)

مورخہ ۱۷ نومبر ۷۰ء

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ نے ایسی حالت میں..... یہاں بھیج دیا ہے کہ ساری جماعت انتخابات کی جنگ میں بُری طرح منہمک ہے اور پورے ملک کے انتخابات میں حصہ لینے کی وجہ سے بے تحاشا مصارف اُٹھانے پڑ رہے ہیں جنھوں نے جماعت اور اس کے کارکنوں کی کمر توڑ دی ہے۔ بہرحال آپ کی خاطر اب جو کچھ بھی میں کر سکتا ہوں کروں گا۔

مرکز کے سب رفقاء کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۵)

مورخہ ۲۶ نومبر ۷۰ء

مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۱۲ نومبر ملا۔ پاکستان کی خبریں صحیح صورت میں آپ کے ہاں نہیں پہنچتیں۔ میری کار پر پیچھے سے حملہ کی جو کوشش کی گئی تھی، اس کی مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ مخالفین نے یہ کوشش کی تھی، مگر جماعت کے کارکنوں نے بروقت پہنچ کر ان لوگوں کی اچھی طرح مرمت کر دی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔ میرے متعلق آپ کوئی فکر نہ کریں۔ اگرچہ جماعت میری حفاظت سے غافل نہیں ہے لیکن اصل حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ جب تک وہ مجھ سے کام لینا چاہے گا اس وقت تک کوئی میرا بگاڑ نہ سکے گا۔

. . . . . .

تفہیم القرآن جلد پنجم اب تکمیل کے قریب ہے۔ امید کہ چار پانچ مہینے میں شائع ہو جائے گی۔

بھائی صاحب بخیریت ہیں۔ ان کی طرف سے اور سب احباب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب

حیدرآباد بھارت

(۴۶)

مورخہ ۲۰ ؍ ڈسمبر ۷۰ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یہاں جو کچھ ہوا ہے وہ توقعات کے بہت زیادہ خلاف نہ تھا۔ ہم سارے حالات کو دیکھ رہے تھے۔ اگرچہ اتنے خراب نتائج کا یہاں کسی کو بھی اندازہ نہ تھا۔ لیکن ہمیں معلوم تھا کہ کیا قوتیں یہاں کام کر رہی ہیں۔ آپ لوگ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ ہم طوفانوں کا مقابلہ برسوں سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی لئے ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔ انشاء اللہ اس طوفان کا مقابلہ بھی کریں گے۔

مکتوبات کی ایک جلد آپ کو بھجوائی جارہی ہے۔

. . . . . .

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۷)

مورخہ ۲۵ اپریل ۷۱ء

محترمی و مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا ۔ دوسرا گردہ خدا کے فضل سے محفوظ ہے ۔ مجھے تو وجع مفاصل کی تکلیف ہے جس کا یہاں علاج کر رہا ہوں ۔

نقی علی صاحب اب بخیریت ہیں اور لندن میں اسلامک مشن کا کام کر رہے ہیں ۔

پانچویں جلد اب تکمیل کے قریب ہے ۔ بیماری کی وجہ سے کام رُک گیا ہے ۔

بھائی ابوالخیر صاحب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں ۔
بیگم قریشی، رفیع الدین صاحب اور ماسٹر فیاض الدین صاحب سے میرا سلام کہہ دیں ۔

. . . . . .

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۸)

مورخہ ۴ جولائی ۷۱ء

محترمی و مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی مخلصانہ دعاؤں کے لئے بہت شکر گذار ہوں۔ میری تکلیفیں اب پہلے سے کافی کمی ہوگئی ہیں۔ پہلے تو تین مہینے تک ہر وقت درد رہتا تھا جس نے مجھے بے کار کر کے ڈال دیا تھا اب اتنا فرق ہوا ہے کہ کھڑے ہونے اور چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ بیٹھا رہوں یا لیٹا رہوں تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ علاج برابر جاری ہے۔

آپ کی پریشانیوں کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل خاص سے آپ کی مشکلات کو دور فرمائے۔

. . . . . .

سب احباب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۴۹)

مورخہ ۲۷ ستمبر ۷۱ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میری صحت بدستور خراب چلی آرہی ہے اگرچہ ہر وقت کا درد تو اب نہیں ہے، لیکن کچھ دیر بھی کھڑا نہیں رہ سکتا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ چلنے پھرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کمزوری بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ جب تک زندہ رکھے کام کے قابل رکھے۔

.....

تفہیم القرآن جلد پنجم سورۂ محمدؐ سے سورۂ طارق تک انشاء اللہ اسی ماہ اکتوبر میں شائع ہو جائے گی۔ جلد ششم بھی اب خاتمہ کے قریب ہے۔

سورۂ البینہ تک کی تفسیر لکھ چکا ہوں۔ ناتوانی کے باوجود کوشش کر رہا ہوں کہ یہ کام مکمل ہو جائے۔

یہاں سب رفقاء کی طرف سے سلام قبول کریں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۵۰)

مورخہ ۲۶ نومبر ۷۲ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کا کوئی خط میرے پاس ایسا نہیں آیا جس کا میں نے جواب نہ دیا ہو۔ ممکن ہے کہ بیرونی واسطوں سے ڈاک ملنے میں کچھ گڑبڑ ہوتی ہو۔

ہندوستان کے حالات کو سمجھنا اب ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ وہاں کے اخبارات، رسائل، مطبوعات میں سے کوئی چیز ہمیں نہیں ملتی۔ میں نے آپ کو جو کچھ مشورہ دیا تھا وہ عمومی حیثیت سے تھا۔

. . . . . .

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

خاکسار
ابوالاعلیٰ

(۵۱)

مورخہ ۲۳ مارچ ۷۵ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ آپ کے خط کا جواب مکہ کے پتے پر نہ بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ حج کے زمانہ میں وہاں ڈاک کا سارا انتظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ میں اسکا منتظر تھا کہ آپ کے حیدرآباد واپس پہنچ جانے کے بعد جواب دونگا۔ آپ نے اپنی جو مطبوعات مجھے بھیجی ہیں وہ مل گئی ہیں۔

آپ کی دعاؤں کے لئے شکر گذار ہوں اور آپ کے حق میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد بھارت

(۵۲)

مورخہ ۱۰ مئی ۷۸ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم رحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ نقی علی صاحب کے ہاتھ جو خط آپ نے بھیجا ہے وہ بھی مل گیا ہے۔ مولانا محترم بیمار ہیں۔ ڈاکٹروں نے ذہنی جسمانی محنت و مشقت ترک کر دینے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لئے وہ لمبے لمبے خطوط پڑھ کر ان کا جواب نہیں لکھ سکتے۔ آپ کے خطوط کے جوابات نہ لکھنے کی یہی وجہ ہے کوئی ناراضی وغیرہ ہرگز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ کی پر خلوص دعاؤں کا مولانا محترم شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

خاکسار
محمد سلطان
معاون شعبہ مسائل و مسائل

جناب محمد یونس صاحب
حیدرآباد۔ انڈیا

(۵۳)

مورخہ ۳۰ اکتوبر ۷۷ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سید نقی علی صاحب کے ذریعہ آپ کا خط اور سلام پہنچا آپ کی دعائے خیر کے لئے بہت شکر گذار ہوں۔

آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاکمیت قابل تقسیم چیز نہیں ہے کہ اس کا کچھ حصہ کسی کے لئے ہو اور کچھ حصہ کسی کے لئے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ سیاسی حاکمیت جمہور کی ہو اور دینی حاکمیت خدا کی جمہوریا کسی غیر اللہ کی سیاسی حاکمیت جہاں قائم ہو اسے بطور واقعہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ مگر بطور عقیدہ نہیں بطور عقیدہ ہمارے نزدیک حاکمیت صرف اللہ کے لئے ہے اور ہمارا فرض ہے کہ جہاں بھی ہم ہوں۔ غیر اللہ کی عملی حاکمیت کے کے خلاف جدوجہد کر کے اللہ کی حاکمیت کو عموماً قائم کرنے کی کوشش کریں۔

۲۔ اس کوشش کی نوعیت ہر جگہ مقامی حالات اور خود کوشش کرنے والوں کی حالت کے لحاظ سے متعین ہو گی۔ ہم جن حالات میں کام کر رہے ہیں ہماری جدوجہد انہیں حالات کے مطابق ہے۔

آپ لوگ اپنی جدوجہد کا طریقہ اپنے حالات کے مطابق اختیار کریں مگر غیر اللہ کی حاکمیت کو بطور عقیدہ تسلیم کرنے یا اللہ کی حاکمیت کو اصولاً صرف دینی حاکمیت تک محدود سمجھنے کی غلطی ہرگز نہ کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

بنام ابوالکرم محمد کاظم
حیدرآباد بھارت

(۵۴)

مورخہ ۱۳ اگست ۷۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط۔ مورخہ ۴ جولائی ملا۔ مجھے اندازہ ہے کہ میری خرابی صحت میرے احباب کے لئے کس قدر باعث تشویش ہے۔ مگر پچھلے سات آٹھ مہینوں کی مسلسل بیماری نے مجھے اس قابل نہیں رکھا ہے کہ خطوط پڑھوں اور ان کے جوابات لکھوں یا لکھواؤں۔ دعائے خیر کا طالب ہوں اور خود بھی ہر وقت یہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اتنی طاقت اور مہلت عطا فرما دے کہ "سیرتِ پاکؐ" پر اپنی کتاب کی تکمیل کر سکوں۔

الکشن کے بارے میں جو بحثیں آپ کے ہاں چل رہی ہیں

ان میں خواہ مخواہ مجھے نہ گھسیٹا جائے تو اچھا ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

برادرم محمد یونس صاحب
حیدرآباد دکن

(۵۵)

مورخہ ۵ نومبر ۷۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ ہندوستان میں جماعت اسلامی مسلسل اختلافات کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ اور اپنا دامن بچانے کی انتہائی کوشش کے باوجود مجھ سے بھی شکایات پیدا ہونے لگی ہیں۔ میں اس وقت خرابی صحت کی وجہ جس حالت میں مبتلا ہوں اس میں کوئی معمولی پریشان کن بات بھی میرے لئے اذیت ناک بن جاتی ہے۔ آپ کی بڑی عنایت ہوگی اگر آپ جو شکایات بھی مجھ سے رکھتے ہوں اسے معاف کر دیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

برادرم محمد یونس صاحب
حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵۶

محترمی محمد یونس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

میرے شوہر کی وفات پر آپ نے مجھ سے اور میرے بچوں سے جس طرح دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے میں اس کے لئے آپ کا اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آمین

والسلام

محبوب بیگم

حسین فاروق مودودی

۲۵/۴/۶۸ء

۱۱۳

(۵۷)

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے دعوت دین اور ارسال بنی اسرائیل کا ایک ساتھ پیش کرنا فی الواقع وہی اشکال پیدا کرتا ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں اس قسم کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان پر غور کرنے سے یہ اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

ارسال بنی اسرائیل کا مطالبہ آغاز ہی میں اس لئے پیش کر دیا گیا کہ ایک مسلمان قوم جو مصر ہی میں نہیں اس وقت پورے شرق اوسط میں توحید و رسالت کی ماننے والی واحد قوم تھی۔ ایک مدت سے کفار کے شدید ظلم و ستم کی تختۂ مشق بن رہی تھی۔ اور حالات اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ اس کا مٹ جانا یا کفار میں جذب ہو جانا مستقبل قریب میں بالکل یقینی تھا۔ اس حالت میں یہ انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ پہلے ایک کافی مدت تک فرعون اور ملا فرعون کو دین حق کی دعوت دی جاتی رہے اور جب اس کے مسلمان ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہے۔

تب یہ مطالبہ لے کر اٹھا جائے کہ جو مسلمان قوم اس کی سرزمین میں موجود ہے اسے وہ ملک سے نکل جانے کی اجازت دیدے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا اور اس قوم کی حفاظت کے مسئلے سے قطع نظر کر کے صرف دین کے تقاضے پورے کئے جاتے رہتے تو ۲۵۔۳۰ سال کی مدت میں جو اس کام کے لئے درکار تھی،

یہ قوم فنا ہو جاتی اور اس کے معنی یہ ہوتے کہ نئے سرمائے کے حصول کی فکر میں وہ سرمایہ بھی کھو دیا جاتا جو پہلے سے موجود تھا۔

لیکن چونکہ حضرت موسیٰ ایک قومی لیڈر نہیں تھے بلکہ فی الاصل انکا مشن دعوت دین تھا اس لئے انھوں نے ارسال بنی اسرائیل کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دین کی دعوت بھی پیش فرمائی اور یہ آخر وقت تک اسکا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ دعوت اگر کامیاب ہو جاتی اور مصر کا فرمانروا طبقہ اسلام قبول کر لیتا تو پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ ایک مسلمان قوم خواہ مخواہ دار الاسلام سے ہجرت کر کے کسی دار الکفر کی طرف منتقل ہو جاتی۔ جہاں اسے از سر نو کفار سے برسرپیکار ہونا پڑتا۔ مگر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے مصر میں دعوت لاحاصل رہی اور آخر کار ہجرت کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اس وقت اس امر کا فائدہ ظاہر ہو گیا کہ آغاز ہی میں دعوت دین کے ساتھ ساتھ ارسال بنی اسرائیل کا مطالبہ بھی شروع کر دیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو بنی اسرائیل کی پھیلی ہوئی آبادیاں ملک چھوڑ کر نکل جانے کے لئے آخری مرحلے میں یکایک تیار نہ کی جا سکتی تھیں۔ ان میں یہ عزم صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ ۲۵ - ۳۰ سال سے انکو اس کے لئے تیار کیا جا رہا تھا ورنہ ان کا (MORALE) مدت دراز کی غلامی اور ظلم و ستم نے اس بری طرح توڑ دیا تھا کہ عین وقت پر اگر ان سے نکلنے کے لئے کہا جاتا تو کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا۔

بنام خورشید الحسن رضوی
حیدرآباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

۲۱/۶/۷۶ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۵۸)

محترمی و مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دو عنایت نامے بعض خطوط کی نقلوں کے ساتھ مجھے بیک وقت کل ملے۔ اس سے پہلے کوئی خط نہیں ملا۔

ہندوستان میں تحریک اسلامی کے کارکنوں کا انتخابات میں حصہ لینا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اصولاً تو کسی ایسی مجلس قانون ساز میں شرکت ناجائز ہے جو خدا اور رسولؐ کے قانون کی پابندی سے آزاد ہو۔ لیکن جو مسلمان غیر مسلم اکثریت کی حکومت، اور اس اکثریت کے ظلم و ستم، اور خود حکومت کی معاندانہ روش سے بالکل دبے ہوئے ہوں، ان کے معاملے میں شریعت یہاں تک اجازت دیتی ہے کہ اس ملک کو چھوڑ کر کسی ایسے غیر مسلم ملک کی تابعیت اختیار کریں جہاں کم از کم دین کی بقا پر ستائے جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ نیز وہ یہاں تک بھی مظلوم مسلمانوں کو رعایت دیتی ہے کہ دل میں ایمان محفوظ رکھ کر زبان سے کلمۂ کفر تک کہہ دیا جائے تاکہ تعذیب سے رستگاری حاصل ہو سکے اس لئے ایسے مجبور مسلمانوں کے معاملے میں احکام کے اندر وہ شدت نہیں ہے جو ان مسلمانوں کے معاملے میں ہے جو اس حد تک مجبور نہ ہوں۔ ہندوستان کی تحریک اسلامی کے لوگوں کو اپنے حالات دیکھتے ہوئے خود ہی یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا انتخابات میں حصہ

لینے سے ان کے حق میں واقعی کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ جائزہ بالکل بے لاگ اور شکست خوردہ ذہنیت کے بغیر لینا چاہئے، پھر اکثریت جو فیصلہ کرے اس کو قبول کر لینا چاہئے۔ بعد میں اگر معلوم ہو کہ اس فیصلے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تو اس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔

جن اصحاب نے مجھے سلام کہا ہے ان سب کو میرا سلام پہنچا دیں۔ میری صحت کا حال حسب سابق ہے۔ کھڑے ہونے اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ایک دو منٹ سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکتا۔ دس منٹ بمشکل چل سکتا ہوں۔ تاہم بیٹھ کر کام کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

خاکسار
ابوالاعلیٰ

۱۷ر اپریل ۵۴ء

---

(۵۹)

برادر مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۶ر مارچ ۵۴ء ملا۔ آپ کی پریشانی کا حال معلوم کر کے سخت قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اس پریشانی سے نجات بخشے۔

مولانا سے میں نے "تفہیم القرآن" اور "اسلامی تہذیب" کے سلسلے میں بات کی تھی۔ "تفہیم القرآن" کا معاملہ چونکہ شیخ قمرالدین صاحب سے

طے ہو چکا ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو اس وقت کوئی قطعی بات کہنے سے وہ معذور ہیں۔ البتہ "اسلامی تہذیب" کی اشاعت کی اجازت انھوں نے آپ کو اس شرط پر دے دی ہے کہ رامپور کے مکتبہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ اگر ان سے آپ اجازت حاصل کر لیں تو مولانا کو آپ کے اسے شائع کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

مولانا مسعود عالم صاحب کے انتقال سے ہمیں جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کی ابھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ اللہ کا کام ہے اور وہی اس میں ہماری مدد کرنے والا ہے۔ چند منٹ کا جو دورہ جان لیوا ثابت ہوا اس سے بہت بڑے بڑے دوروں میں وہ کئی کئی دن مبتلا رہے بلکہ اصل دورے سے تو وہ بخیر و خوبی نکل آئے تھے۔ اصل دورہ ان کو ۱۴ مارچ کی شام کو ہوا۔ رات بھر سخت تکلیف رہی۔ صبح کچھ طبیعت سنبھل گئی یہاں تک کہ ۱۵ مارچ کو بعد دوپہر وہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوئے اور کام کرتے رہے۔ ۱۶ مارچ کو صبح اور بعد ظہر دونوں اجلاسوں میں وہ برابر شریک رہے اور سارے مسائل پر بحث و گفتگو کرتے رہے۔ البتہ کمزور بہت زیادہ ہو گئے تھے۔ بعد عشاء ایک سب کمیٹی کا اجلاس ہونا تھا اور اس کے مولانا بھی رکن تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے بعد نماز عشاء ان سے بھی اجلاس میں شرکت کے لئے کہا گیا۔ وہ اسوقت اپنی صحت کے لحاظ سے بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ بلکہ انھوں نے فرمایا کہ آج میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ دو رات پوری نیند نہیں لے سکا۔ آج چاہتا ہوں کہ

پوری نیند لے لوں تاکہ صبح کے اجلاس میں تازہ دم ہو کر شریک ہو سکوں۔ چنانچہ ارکان کمیٹی اجلاس میں چلے گئے۔ پھر نو بجے وہ خود اٹھے، پانی لیا، بیت الخلاء گئے۔ کچھ ٹہلے بھی اور فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گئے۔ چند منٹ بعد کھانسی شروع ہوئی۔ وہ بڑھتی گئی۔ دورے کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پانی مانگا۔ حکیم اقبال حسین صاحب موجود تھے۔ وہ پانی ڈال ہی رہے تھے کہ دو ہچکیاں آئیں اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ فوراً ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ اس نے آ کر معائنہ کیا اور بتایا کہ زندگی ختم ہو چکی ہے۔

ہم لوگوں کو سب کمیٹی کا کام شروع کئے ابھی پندرہ منٹ بھی مشکل سے گذرے ہوں گے کہ ایک کارکن چیختے ہوئے آئے اور خبر دی کہ مولانا مسعود عالم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ہر شخص حیران تھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ مگر چند ہی منٹ میں معلوم ہو گیا کہ حقیقت وہی ہے جو وہ بیان کر رہا ہے۔

اگلے روز گیارہ بجے پنجابی سوداگروں کی برادری (سلطان احمد صاحب کی برادری) کے قبرستان میں کراچی میں دفن کر دیا گیا۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب لوگ جنازے میں شریک ہوئے۔ جنازے کی نماز مفتی محمد شفیع صاحب (دیوبندی) نے پڑھائی۔ شام اور سعودی عرب کے سفرا بھی جنازے میں شریک ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے ملک کے حالات بھی اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ ہی اپنے بندوں کا حامی و مددگار ہے۔

مولانا مودودی صاحب کے اسوقت دونوں گردوں میں اور مثانہ میں پتھری معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹروں کے پاس بغیر آپریشن کوئی علاج نہیں اور دوسرا کوئی علاج تشفی بخش طریق پر جیل میں ممکن نہیں۔ اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ اس دنیا کے لوگوں پر رحم فرمائے۔ اور سب احباب کو سلام کہیں۔

بنام محمد یونس
حیدر آباد

خاکسار
طفیل محمد

(۶۰)

۲۰ جنوری ۵۵ء

محبی و مکرمی

اس توقع پر یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں کہ زمین کے منقطع ہو جانے سے تعلقات منقطع نہ ہوئے ہوں گے۔ جب میرے دل میں آپ کی یاد اور جگہ ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دل میں بھی کچھ نہ کچھ میری جگہ ہوگی۔ اور یہ اس لئے سمجھتا ہوں کہ آپ کو کم فہم نہیں سمجھتا۔

میرا خط آپ کو محمد یونس صاحب کے ہاتھ سے ملے گا۔ یہ میرے عزیز ہیں۔ مکرم ہیں۔ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے حالات کے یکسر بگاڑ کے باوجود اپنی قسمتیں اسی سرزمین سے وابستہ رکھی ہیں۔ اس خط کا مدعا ایک تو یونس صاحب سے آپ کا ذاتی تعارف و تعلق ہے، جو کچھ بھی آپ کے دل میں میری جگہ ہو، اس کو آپ ان کی طرف منتقل فرما دیں۔

دوسری غرض یہ ہے کہ آپ ان کو اور ان کے مسلک کو سمجھیں اور ان لوگوں کے متعلق عام حالات کے اقتضا سے اگر کوئی غلط فہمی لاحق ہو تو اپنے تعلق و اثر سے اس کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں یا کم از کم اپنے حلقہ تعارف میں یونس صاحب کو متعارف کر دیں۔ ان لوگوں کے مقصد کا خلوص ان کی نیت، نیتی اور سلامت روی و آشتی پسندی ان کے ہم وطنوں کو خود متاثر کرے گی۔

یونس صاحب کے خط سے آپ کے متعلق ایک بات معلوم کر کے خوشی اور ایک بات معلوم کر کے کچھ صدمہ ہوا۔ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ایک پرشاد کی آپ نے شادی کرادی۔ صدمہ اس بات سے ہوا کہ آپ پنشنر ہو گئے۔ عمر اور مدت ملازمت کے لحاظ سے یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسا محنتی اور کارگزار، مخلص اور نیک نفس آدمی نہیں مل سکتا۔ پرانے ڈھانچے کے برے کل پرزے بھی نئے ڈھانچے کے بہتر سے بہتر کل پرزوں سے بہر حال بہتر ہیں۔ پرانے ڈھانچے کے اچھے کل پرزوں کا ذکر ہی کیا۔

میری طرف سے متعلقین کو سلام اور دعا۔

بنام رائے جانکی پرشاد صاحب

حیدرآباد

ابوالخیر

(مودودی)

۶۱

۲۹ جولائی ۶۱ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۴ جولائی آج صبح مجھے دفتر ترجمان القرآن کی وساطت سے مجھے ملا۔ اسے پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صحیح راہ دکھائے اور استقامت کے ساتھ اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا کا ارادہ آفریقہ کے تبلیغی دورہ پر جانے کا ہے۔ برسوں سے وہاں کے لوگ اصرار کر رہے ہیں۔ اس سے قبل مولانا کو فرصت نہ تھی کہ کسی لمبے وقفہ کے لئے باہر جا سکیں۔ اس وقت تک پروگرام یہی ہے کہ یکم اگست کو لاہور سے کراچی جائیں گے۔ اور ۸ اگست کو کراچی سے آفریقہ کے لئے روانہ ہوں گے۔ لاہور سے کراچی ریل سے اور آگے ہوائی جہاز کا سفر ہوگا۔ ڈیڑھ دو ماہ کا دورہ ہوگا۔ ٹانگانیکا، کینیا، یوگنڈا، شمالی لینڈ، زنجبار، ماریشس وغیرہ جانے کا پروگرام ہے۔

مولانا، نعیم صدیقی، ملک غلام علی، چراغ الدین صاحب، محمد یحییٰ صاحب وغیرہ سب خیریت سے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔ نقی علی صاحب دو برس سے کراچی منتقل ہو چکے ہیں اور وہاں ہائی اسکول میں مدرس ہیں۔

مولانا کے ہمراہ چودھری غلام محمد صاحب اور پروفیسر خورشید احمد صاحب افریقہ جا رہے ہیں۔

میں تو ان دنوں شاید آپ کو معلوم ہے اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ کی مینجنگ ڈائریکٹری کر رہا ہوں۔ یہ ایک اسلامی کتب کی اشاعت کے لئے پرائیوٹ لمیٹڈ کمپنی ہے۔ اور یہ اکتوبر ۵۹ء سے کام کر رہی ہے۔ اس کا رجسٹرڈ آفس کراچی اور کام کا مرکز لاہور اور ڈھاکہ ہے۔ ڈھاکہ میں بنگلہ اور لاہور میں اردو اور انگریزی کتب کی اشاعت کا کام ہے۔

اپنے طرف سے سب احباب کو میرا سلام کہیں۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

خاکسار
طفیل محمد

(۶۲)

۲۴ اپریل ۷۰ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ سب حضرات خیریت سے ہیں۔

مولانا محترم کو گردے کی اب کوئی شکایت نہیں ہے۔ جو گردہ خراب تھا وہ نکال دیا گیا تھا اور دوسرا گردہ خدا کے فضل سے

ٹھیک کام کر رہا ہے۔ اس وقت جوڑوں کی تکلیف ہے ڈاکٹر لوگ اسے (OSTRO-ARLBRITUS) کہتے ہیں۔ پہلے صرف حرکت سے تکلیف ہوتی تھی، بیٹھے کام کرتے رہتے تھے۔ تقریباً دو ماہ قبل ہر حالت میں درد رہنے لگا۔ اب خدا کے فضل سے کافی آفاقہ ہے (HIPGOINTS) میں تکلیف ہے۔ اسلئے چند منٹ سے زیادہ کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اور نماز میں قیام نہیں کر سکتے۔ مسلسل درد کی وجہ سے ضعف کافی ہو گیا ہے۔ ان دنوں تحریر و تصنیف کا کام بند ہے۔ لیکن رو بصحت ہیں۔

نعیم صاحب کی صحت بھی اچھی نہیں رہتی اس مرتبہ حج کے لئے گئے تھے۔ اس کے بعد سے ڈھیلے ڈھالے ہی چلے آرہے ہیں۔ اچھی صحت تو ان کی کبھی بھی نہیں رہی۔ لیکن کوئی تشویش کی بات نہیں۔ کام کرتے رہتے ہیں۔

مولانا محترم، نعیم صاحب، ملک غلام علی صاحب اور دوسرے سب احباب کی طرف سے سلام قبول فرمائیے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کا کام لے اور انجام بخیر فرمائے۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

خاکسار
طفیل محمد

(۶۳)

۲۶ نومبر ۷۰ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اسے دیکھ کر دلی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے احباب و اعزہ کو بخیر و عافیت رکھے۔ مولانا کے بارے میں جو خبر آپ نے پڑھی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ایک اجتماع سے واپس آ رہے تھے کہ پیپلز پارٹی کے کچھ غنڈوں نے گاڑی پر خشت باری کر کے اسے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن آس پاس کے لوگ اور جماعت کے کارکن پہنچ گئے اور مولانا اور ان کی گاڑی بخیریت گذر گئے۔

آپ نے جن باتوں کی طرف اس بارے میں توجہ دلائی ہے ان کی طرف ہم پہلے ہی متوجہ ہیں۔ اور جو کچھ ممکن اور مناسب ہے کیا جا رہا ہے۔

مولانا اب چلنے پھرنے اور خصوصاً دورے وغیرہ کرنے سے جوڑوں کی تکلیف کی وجہ سے بڑی حد تک معذور ہو گئے ہیں۔ البتہ دفتر میں بیٹھ کر کام کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ گھٹنوں اور کولہوں کے جوڑوں (KNEE-AND-HIP-JOINTS) میں حرکت سے تکلیف ہوتی ہے۔ بعض اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ نماز کرسی پر ٹانگیں لٹکا کر پڑھتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت اور سلامتی کے ساتھ تادیر سلامت رکھے۔

مولانا میری اور دوسرے تمام احباب مرکز کی طرف سے آپ اور جملہ احباب و شناسا سلام قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی امان میں رکھے۔

اَللّٰھُمَّ افتح لنا بالخیر و اختم لنا بالخیر و اجعل کل امورنا بالخیر

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

خاکسار
طفیل محمد

(۶۴)

۱۹ر ڈسمبر ۷۰ء

محترمی و مکرمی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ر ڈسمبر ملا۔ آپ نے جس بارے میں پریشانی کا اظہار فرمایا ہے اور جو صورت پیش آئی ہے وہ بڑی حد تک غیر متوقع ہے، دوسروں کے لئے ہی نہیں، جن کے حق میں نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ بھی یہ توقع نہ رکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نہایت بلند بانگ اور ناممکن نعرے بلند کر کے عوام کو طلسم فریب میں مبتلا کرنا چاہا تھا کہ آگے چل کر جب دوسرے لوگ ان کو پورا نہ کر سکیں گے تو وہ لوگوں کو بھڑکا کر زبردستی قابض ہونے کی کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے بنے ہوئے جال میں انہیں

کو پھانس دیا ہے کہ خود ہی اپنے وعدوں اور پروگراموں کو پورا کرو۔ اور بجائے یہ کہ وہ افراتفری برپا کر کے امن و اماں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں۔ ساری ذمہ داری ان پر ڈالدی گئی ہے اور اتنی اکثریت ان کو دے دی ہے کہ کسی عذر اور بہانے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے پروگرام پر عمل درآمد کرنے میں کیا مانع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ صورت حال رکاوٹ بننے کے بجائے راستہ صاف کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

یہاں سب خیریت سے ہیں۔ مولانا نعیم صاحب، چراغ الدین صاحب، ملک غلام علی صاحب اور دوسرے احباب آپ سب کو سلام کہتے ہیں۔

بنام محمد یونس
حیدر آباد

خاکسار
طفیل محمد

(۶۵)

۲ ستمبر ۵۵ء
مکرمی۔ السلام علیکم

آپ کے تین والا ناموں کا جواب میرے ذمے ہے۔ ناسازی مزاج کی وجہ سے جواب عرض نہ کر سکا۔ سید یعقوب حسن صاحب کو تو جس طرح بھی بن پڑا خط لکھ دیا۔ بلکہ آپ کا خط آنے سے پہلے ہی میں

ان کو خط لکھ چکا تھا۔ اور ان کے اطمینان کے لئے کتابوں کی لمبی لمبی فہرستیں بھی بھیج دیں۔ آپ کو خط لکھنے کے لئے سوچا تھا کہ طبیعت سنبھل جائے تو لکھوں، مگر طبیعت نے نہ سنبھلنے کا عہد کر لیا تھا۔ قلب کے دردوں کا میاں نثار حسن کی رحلت کے دو ڈھائی ہفتے بعد سے جو سلسلہ شروع ہوا شاید موت کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔ معمولی سی فکر و پریشانی لاحق ہو جائے قلب کو دورے کا حیلہ مل جاتا ہے۔ میری خاموشی پر آپ کا جو تاثر بھی ہو، آپ اس میں حق بجانب ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ چار پانچ مہینے سے میں کس عالم میں ہوں۔

آپ کا خط ابوالاعلیٰ صاحب کو بھیج دیا تھا۔ خیال تھا کہ شاید انھوں نے خود جواب دے دیا ہوگا یا لکھوا دیا ہوگا۔ جگو (ان کے بڑے لڑکے) سے کہہ کر یاد دہی کا خط لکھوا دوں گا۔ کثیر الاشغال لوگوں کو خط لکھنے سے میں اتنا ہی پرہیز کرتا ہوں کہ جتنا کہ سور کے گوشت سے!

تعجب ہے نقی علی صاحب اورنگ آباد تک گئے اور حیدرآباد کو اپنے سفر سے خارج رکھا۔ مجھے تو آپ کے خط سے ان کے سفر کی خبر ملی۔ اب سنا ہے کہ واپس آ گئے۔

مولوی امین احسن صاحب لاہور ہی میں ہوں گے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے اپنی حیدرآباد کی زندگی میں کبھی عہدہ دار گردی نہیں کی عہدہ دار گردی ہو یا مولوی گردی یا پیر گردی، صرف منشی کا اختلاف ہے،

میں ان سب گردیوں سے کارہ رہا، کارہ ہوں، اور کارہ رہوں گا۔
نعیم صاحب شاید "مولانا" کی کتاب پر دیباچہ لکھنے کی جرأت یا جسارت نہ کریں۔ دیباچے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ کتاب تیار ہو گئی ہے تو شائع کر دیجئے۔ بہت سے بہت ناشر کی جانب سے ایک نوٹ (لکھ کر یا لکھوا کر) شامل کر دیجئے۔ دیباچے کا انتظار کیا تو کتاب رکی رہے گی۔
"مولانا" کو وقت ملنا محال ہے۔ آج ہی میں نے سنا کہ آرام کی غرض سے بلوچستان کے فضائی مقام 'مزار' جا رہے ہیں۔
"مجموعۂ تفسیر قرآنی" کی جلدیں آپ کے پاس نہ نکلی ہوں تو سید یعقوب صاحب کو دیدیجئے۔ ان کو ضرورت ہے۔ چار جلدوں کے لئے انھوں نے لکھا ہے۔
والدہ صاحبہ دعا فرمائی ہیں۔

بنام محمد یونس صاحب
حیدرآباد

ابوالخیر
مودودی

۲۰ ستمبر ۱۹۷۷ء

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عید کی تقریب سعید پر آپ کا تہنیت نامہ ملا۔ جس کے لئے بہت شکر گزار ہوں۔ جواب میں میری طرف سے بھی گزشتہ عید الفطر کی مبارکباد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس عید کو حقیقی اور دیرپا خوشیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ اور اسلامی احکام کے قیام کی منزل قریب سے قریب تر لائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ مودودی

سید رفیع الدین قادری
حیدرآباد۔ اے پی

ہماری دیگر مطبوعات

	پیسے
۱۔ کلمہ طیبہ کے معنی	-15
۲۔ ایمان کی کسوٹی	-15
۳۔ مسلم اور کافر کا اصلی فرق	-15
۴۔ مسلمان کسے کہتے ہیں	-20
۵۔ خدا کی اطاعت کس لئے	-15
۶۔ نمازیں کیوں بے اثر ہوگئیں	-15
۷۔ سوچنے کی باتیں	-15
۸۔ جہاد کیا ہے؟	-40
۹۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	-20
۱۰۔ ایک صالح جماعت کی ضرورت	-20
۱۱۔ اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کا نصب العین	-20
۱۲۔ اسلامی تہذیب اسکے اصول ومبادی	5-0-0
۱۳۔ دکن میں تحریک اسلامی	زیر طبع